www.novelsclubb.com
خیزش
نازش منیر
ناولز کلب
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

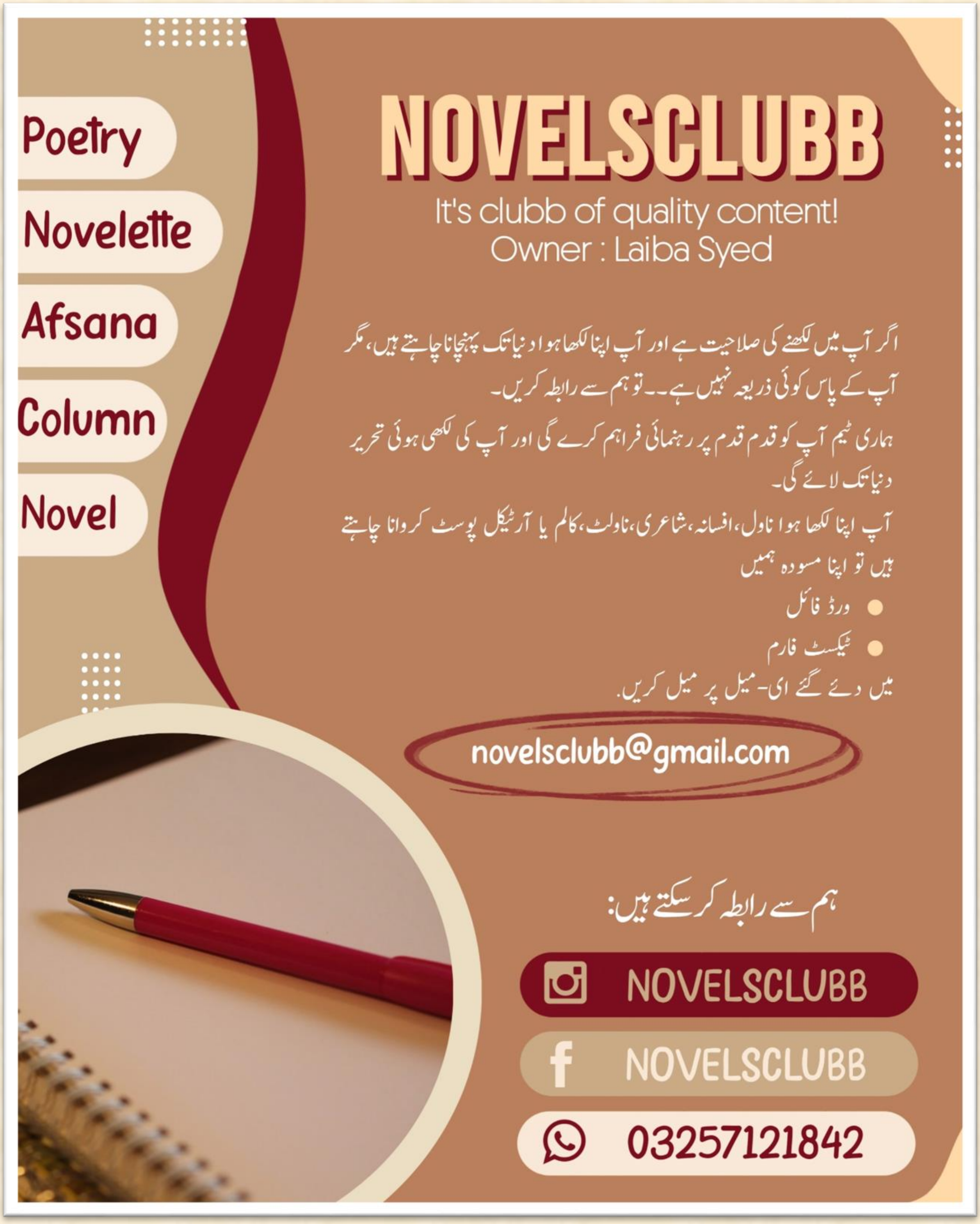
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

خیزش

از قلم

نازش منیر

Clubb of Quality Content!

خیزش

نازش منیر

جنگوں کی آگ میں بھی ان کی محبت جلی نہیں

ایران کی مٹی نے ان کی وفا کو پہچان لیا

زندگی کے ہر معرکے میں وہ ساتھ رہے

اور عشق نے ہر زخم کو فتح میں بدل دیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اصفہان کا مشہور سہ پل شام کے وقت سنہرے اور نیلے رنگ کی روشنیوں میں جگمگا رہا تھا۔ اس چوک کا نام فارسی میں ”دنیا کا نقشہ“ تھا، اور یہ اصفہان کے مرکز میں واقع تھا، جہاں چاروں طرف قدیم عمارتیں، خوبصورت مسجدیں اور گنبدوں کی نیلی ٹائلیں چمکتی تھیں۔

یہ چوک صفوی دور کی عظیم تخلیقات میں سے ایک تھا۔ صفوی دور اسلامی تاریخ کا ایک اہم اور فیصلہ کن زمانہ تھا جو 1501ء میں شاہ اسماعیل صفوی کی قیادت میں ایران سے شروع ہوا اور تقریباً 1736ء تک قائم رہا تھا۔ اس دور میں پہلی مرتبہ ایران کو ایک مضبوط اور متحد ریاست کی شکل دی گئی اور شیعہ اسلام کو سرکاری مذہب قرار دیا گیا جس سے خطے کی مذہبی شناخت واضح ہوئی۔ صفوی حکمرانوں نے نہ صرف سیاسی استحکام پیدا کیا بلکہ علم، ادب، فنِ تعمیر اور ثقافت کو بھی فروغ دیا۔ اصفہان اس دور میں ایک شاندار علمی و ثقافتی مرکز بن گیا جہاں عظیم مساجد، محلات اور مدرسے تعمیر ہوئے جو آج بھی صفوی عظمت کی علامت ہیں۔ عثمانی سلطنت کے ساتھ صفویوں کی جنگوں نے مشرقِ وسطیٰ کی سیاست پر گہرے اثرات ڈالے۔ مجموعی طور پر صفوی دور نے ایران کو ایک طاقتور، باوقار اور ثقافتی طور پر زرخیز ریاست میں تبدیل کر دیا تھا۔

رائد اور منیزہ پل پر کھڑے تھے، پانی کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ ان کے ارد گرد کی فضا کو نرم اور جادوئی بنا رہی تھی۔

منیزہ نے اپنے ہاتھ رائد کے بازو پر رکھے، اور رائد نے آہستہ سے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"۔یہ لمحہ۔۔۔یہ پل۔۔۔تمہارے بغیر مکمل نہیں ہوتا"

۔اور تمہارے ساتھ ہر پل پر سکون لگتا ہے۔" منیزہ مسکرا رہی تھی

منیزہ آج سادگی میں بھی کسی دعا کی قبولیت لگ رہی تھی۔ہلکے رنگ کا لمبا لباس اس کے وجود پر ٹھہرا تھا۔روشنی نے خود اسے اوڑھ لیا تھا۔اس کے بال نرمی سے کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے،کچھ لٹیں پیشانی کو چھوتی ہوئی،شرارت اور حیا ایک ساتھ مسکرا رہی تھیں۔ آنکھوں میں گہری چمک تھی۔وہ چمک جو اپنوں سے بچھڑنے کے درد اور نئے سفر کی امید دونوں کو سمیٹے ہوئے تھی۔ہونٹوں پر ہلکی سی کپکپاتی مسکراہٹ،اور چہرے پر وہ سکون جو صرف کسی کے ساتھ محفوظ ہونے سے آتا تھا۔منیزہ کی موجودگی رائد کی زندگی میں خاموش ۔مگر گہری خوشبو کی طرح پھیل رہی تھی

رائد اس کے سامنے کسی مضبوط سہارے کی مانند کھڑا تھا۔لمبا قد،سیدھے کندھے،اور ایسا وقار کہ ذمہ داری اس کے وجود میں رچ بس گئی تھی۔نم بال اس کی پیشانی پر آکر اس کی سخت مگر نرم شخصیت میں عجیب سا حسن گھول رہے تھے۔آنکھیں گہری اور پر سکون تھیں۔وہ

آنکھیں جو صرف دیکھتی نہیں تھیں، حفاظت بھی کرتی تھیں۔اس کی آواز میں ٹھہراؤ تھا، اور انداز میں وہ اعتماد جو سامنے والے کو خود سے مضبوطی سے جوڑ لیتا تھا۔رائڈ کی موجودگی میں ایران صرف جگہ نہیں رہا تھا، وہ ایک محفوظ دنیا بن چکا تھا۔جہاں منیزہ بے خوف سانس لے سکتی تھی، مسکرا سکتی تھی،اور خود کو مکمل محسوس کر سکتی تھی۔

رائڈ نے منیزہ کی طرف جھک کر اس کے بالوں کو پیچھے کیا، وہ اس کی خوشبو میں ڈوبتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

"تمہارے بال، تمہاری خوشبو، تمہارا موجودگی،سب کچھ میری دنیا ہے، منیزہ۔"

اور تمہاری موجودگی مجھے سب سے محفوظ محسوس کراتی ہے۔"منیزہ نے اس کے کندھے پر سر رکھتے آنکھیں بند کر لیں۔

وہ ملکہ نہیں فقط،دل کی سلطنت کی وارث تھی

اور وہ بادشاہ نہیں،اس کے عشق کا محافظ تھا

تہران کی بازار میں منیزہ رنگ برنگے کپڑے دیکھ رہی تھی۔ یہ محل ایران کے قدیم شاہی قجر خاندان کا رہائش گاہ تھا۔اس کی خوبصورت ستونیں، آئینوں والی ہالیں،اور قدیم ثقافتی خزانے اسے یادگار بناتے تھے۔رائذ نے آہستہ سے اس کے ہاتھ میں پکڑے چار پانچ جوڑے تحمل سے اس سے لیے تھے ۔

"جو بھی تمہارا دل چاہے، حکم کرو، سب کچھ خرید لیتا ہوں۔"

رائذ، یہ سب میرے لئے تمہاری محبت ہے۔ تم ہمیشہ مجھ پر اتنا خرچ کرتے ہو،اور اپنے لیے کبھی کچھ نہیں لیتے۔"منیزہ کی آواز میں نرمی کے ساتھ فکر بھی شامل تھی ۔

رائذ نے مسکرا کر ایک اور سوٹ اٹھایا،اسے اس کے سامنے تھام کر دیکھنے لگا۔

"یہ تم پر کتنا جچ رہا ہے۔"اس کی نگاہوں میں محبت جھلک رہی تھی ۔

تمہاری ہر خوشی میری زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ مرد کو اپنی پسندیدہ عورت پر" خرچ کرنا اچھا لگتا ہے، منیزہ اور جو اپنی عورت کے چہرے کی مسکراہٹ، اس کی خوشیاں اور اس کا بچپنا نہ سنبھال سکے۔۔۔ وہ مرد کہلانے کے لائق ہی نہیں۔" رائذ کی بات سن کر منیزہ ۔کی پلکیں شرم سے جھک گئیں۔ وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور اس کے سینے سے لگ گئی

رائذ نے اسے آہستگی سے اپنی بانہوں میں سمیٹ کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ۔ہوئے سر سہلایا۔ دنیا کی ہر پریشانی سے اسے محفوظ کر لینا چاہتا تھا

ایران کی گلیوں میں گونجتی تھی ان کی محبت

محل کی دیواروں پر لکھی تھی وفا کی داستان

خوش رہا کرو بیگم، تمہاری مسکراہٹ سے میری عمر بڑھتی ہے۔" رائذ نرمی سے کہتے ہر لفظ" ۔دل سے نکال کر اس تک پہنچا رہا تھا

۔منیزہ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی

دونوں آہستہ آہستہ دکانوں کے درمیان چلتے ہوئے خریداری کرنے لگے۔ کہیں ہنسی بکھرتی، ۔کہیں محبت خاموشی سے ساتھ چلتی رہتی

تہران کا گلستان محل، اپنے آئینوں والی ہال، بلند طاقوں اور سنہری روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر ستون، ہر طاق تاریخی کہانی سناتا محسوس ہو رہا تھا۔

"یہ جگہ بھی ہمارے لیے چھوٹی سی کہانی سناتی ہے۔۔۔ ہر طاق، ہر ستون، ہمیں یاد دلاتا ہے کہ محبت ہر دور میں زندہ رہتی ہے۔" وہ دونوں خریداری کے بعد کھانا کھا کر ٹہلنے نکلے تھے۔ منیزہ نے اس کے بازو میں ہاتھ ڈال رکھا تھا۔

"اور ہم اپنی کہانی یہاں چھوڑ جائیں گے۔۔۔ ہر لمحہ تاریخ میں بس جائے گا۔"

رائد نے اس کے ہاتھ کو اپنے چہرے کے قریب لے کر سرگوشی کی۔

"ہماری کہانی تو اسی دن لکھ دی گئی تھی جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ تمہاری ہر بات، ہر نظر مجھے ہمیشہ زندہ رکھتی ہے۔"

وہ دونوں اپنے بیتے وقت کو یاد کر کے مسکرانے لگے تھے۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

چاندنی میں بھی چھپی تیری روشنی

خاموش قدموں نے بدل دی یہ کہانی

ہوا کے ساتھ تیرے خیال بہتے ہیں

دھوپ کی کرنیں تیرے لمس کو چھوتی ہیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

زخموں نے ہمیں سکھایا ہے

کہ درد بھی دعا بن سکتا ہے

خاموشی میں ہم نے محبت پائی

اور دنیا کی رونق دل میں بسائی۔

منیزہ حورانی، ایک ایرانی ریسرچ اسکالر، تعز آئی تھی۔ منیزہ حورانی، ایک ایرانی ریسرچ اسکالر، تعز آئی تھی۔اس کے والدین ایران میں مقیم تھے، مگر حال ہی میں بہتر علاج اور مستقل رہائش کے لیے اس کے بڑے بھائی کے پاس برطانیہ منتقل ہو گئے تھے۔ منیزہ نے خود تحقیق مکمل کرنے کا فیصلہ کیا،اسی لیے وہ خاندان کی دعا ساتھ لیے علم کے سفر میں اکیلی تعز پہنچی۔

تعز، یمن کے پہاڑوں اور وادیوں کے درمیان بسا ہوا شہر، اپنی قدیم لائبریریوں، چھوٹے باغات اور خوشبودار کافی کے لیے مشہور تھا، مگر برسوں کی جنگ نے اس کے چہرے پر دھول اور دیواروں پر گولیوں کے نشانات چھوڑ دیے تھے۔ یہاں کی گلیاں خاموش تھیں، مگر ہر اینٹ میں پرانی کہانیوں کی گونج چھپی ہوئی تھی۔ بازار خالی مگر چائے خانوں میں گفتگو کی مدھم حرارت برقرار تھی۔ تعز کی فضا میں ایک عجیب امتزاج تھا، مایوسی کا دھواں اور امید کی مدھم روشنی، اور منیزہ ان دونوں کے درمیان اپنی تحقیق کے لیے قدم رکھ چکی تھی۔

وہ جنگ زدہ علاقوں میں "جذباتی دھوکہ اور سماجی رویے" پر کام کر رہی تھی، ایران کی خاموش لائبریریوں اور فکری حلقوں سے نکل کر خاک آلود کوچوں اور سنکڑوں کہانیوں کے بیچ پہنچی تھی۔ ہر دیوار پر وقت کے نشان، ہر گلی میں پرانی زندگی کی آہ وفغاں، اور ہر چہرے پر داستان چھپی ہوئی تھی۔

چائے کے ایک چھوٹے سے ڈھابے پر، روزانہ ایک نوجوان بیٹھا نظر آتا تھا، رائد عبدالرزاق۔ نہ موبائل، نہ شور، نہ کسی قسم کی تاثر سازی۔ بس ایک کپ چائے، ایک پرانی کتاب، اور خاموشی جو دل کو چھو جاتی تھی۔ وہ لمبے قد کا تھا، چوڑے مگر سادہ کندھوں کے ساتھ، زندگی کا بوجھ اٹھانے کا عادی تھا۔ اس کا چہرہ گندمی رنگت میں دھوپ اور صبر دونوں کی کہانی سناتا تھا، جب کہ آنکھیں غیر معمولی طور پر گہری اور پر سکون تھیں۔ ایسی آنکھیں جو بہت کچھ دیکھ چکی تھی مگر شور مچانا نہ جانتی تھی۔ ہلکی داڑھی اس کے وقار کو اور مضبوط بناتی تھی، اور اس کے انداز میں ایک خاموش تحفظ چھپا تھا، وہ لفظوں سے زیادہ عمل پر یقین رکھتا تھا۔

اسی لمحے منیزہ پہلی بار اس گلی میں آئی تھی۔ ہلکے رنگ کا لمبا عبایا اس کے وجود کے گرد لپٹا تھا، نرمی نے خود اسے اوڑھ رکھا تھا۔ ایرانی نقوش والا دوپٹہ اس کے بالوں پر آہستگی سے ٹکا تھا،

جس کے نیچے سے چند لٹیں ہوا کے ساتھ سرگوشیاں کر رہی تھیں۔اس کی آنکھیں گہری، متجسس اور درد سمجھنے والی تھیں۔وہ آنکھیں جو کتابوں میں نہیں،انسانوں کے چہروں میں کہانیاں تلاش کرتی تھیں۔چہرے پر سادگی کے باوجود ایک وقار تھا،علم نے حسن کو نکھار دیا تھا۔گرد و غبار میں بھی اس کی موجودگی کسی خاموش روشنی کی طرح تھی،جو جنگ زدہ فضا میں امید کا احساس جگا دیتی تھی۔

منیزہ نے نوٹ کیا تھا کہ رائڈر روز ایک بچے کو اسکول چھوڑ کر آتا،کسی بیوہ خاتون کے سبزی کے تھیلے میں مدد دیتا،اور اگر دروازہ بند ہو تو دھیرے سے کھٹکھٹا کر اسے کھلوا دیتا۔کبھی وہ مسجد کی جوتیوں کی ترتیب درست کرتا،تو کبھی کسی بزرگ کے لیے چھتری لیے کھڑا ہوتا۔اس کی خاموشی میں طاقت،اس کی حرکت میں مقصد چھپا ہوا تھا،اور منیزہ کے دل میں پہلی بار ایک عام انسان کے لیے غیر معمولی احترام پیدا ہوا تھا۔

شام کے وقت، جب سورج پہاڑوں کے پیچھے غروب ہو رہا تھا اور گلیوں میں ہلکی ہوا چل رہی تھی، رائد مسجد کے صحن میں جھاڑو لے کر صفیں درست کر رہا تھا۔ ہر صف گویا ایک دعا کی ۔لکیر تھی۔ منیزہ مسجد کے دروازے پر رکی، اس منظر کو دیر تک دیکھتی رہی تھی

یہ تمہارا کام نہیں، کسی متولی کا ہے۔"اُس نے آہستگی سے کہا۔ رائد نے صفیں سیدھی کرتے" ،ہوئے جواب دیا

یہ خدا کا گھر ہے اور میں اُس کا بندہ، رتبے نہیں نسبتیں اہم ہیں۔"اسی لمحے مؤذن نے اذان" دی، اور پوری فضا میں ایک روحانی لرزش دوڑ گئی۔ منیزہ کے دل پر ایک سکوت چھا گیا، وہ ۔خاموشی جو صرف عمل سے بولتی تھی، دل کی گہرائی میں اثر ڈالتی تھی

رات کی خاموشی میں، جب بارش کی بوندیں چھت پر نرمی سے بج رہی تھیں، منیزہ لالٹین کی ۔مدھم روشنی میں بیٹھی تھی۔ اس کی ڈائری کھلی ہوئی تھی، اور سامنے ایک پرانا جملہ درج تھا

احتجاج تبھی معتبر ہے جب وہ بلند آواز میں ہو۔" منیزہ نے لمحہ بھر سوچا، پھر قلم اٹھا کر اس" ۔جملے پر ایک ہلکی سی لکیر کھینچ دی۔ نیچے نئے الفاظ لکھے

کبھی کبھار عمل وہ انقلاب لاتا ہے جو شور مچانے والا احتجاج نہیں لا پاتا۔"وہ مسکرا دی۔ پہلی" ۔بار، اسے لگا کہ وہ اپنی تحقیق نہیں، بلکہ اپنی روح لکھ رہی تھی اور یہی خاموشی کا انقلاب تھا

اگلی رات، گلی میں ٹھنڈی ہوا ہڈیوں تک اتر رہی تھی۔ بارش کے بعد کی نمی، سنسان راستے اور ایک کونے میں سکڑا ہوا ایک ننھا بچہ بیٹھا تھا۔اس کے کندھوں پر ایک بوسیدہ شال تھی جو سردی کا مقابلہ کرنے کے لیے ناکافی تھی۔رائد قریب آیا،اپنی گرم چادر اتاری اور نرمی سے اس کے گرد لپیٹ دی۔بچے نے حیرانی اور شکر گزاری سے اسے دیکھا، پھر دھیرے سے ۔بولا

"یہ بالکل ویسی ہے جیسی ابو کی تھی۔۔۔وہ جب زندہ تھے تو سردیوں میں مجھے ایسے ہی لپیٹتے تھے۔"رائد کے چہرے پر ایک لمحے کو خاموش سا سایہ آیا۔وہ جھک کر بچے کی آنکھوں میں ،دیکھنے لگا اور نرمی سے بولا

"بیٹا، یادیں اگر صرف اپنے دل میں قید کرلی جائیں تو وہ درد بن جاتی ہیں لیکن اگر بانٹ لی جائیں، تو وہ پناہ بن جاتی ہیں۔" بچے کی آنکھوں میں نمی آگئی، مگر اس کے ہونٹوں پر ایک چھوٹی سی مسکراہٹ بھی اُبھر آئی جیسے پہلی بار اس نے سردی میں سکون محسوس کیا تھا۔ دور سے منیزہ نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور وہ الفاظ اُس کے دل میں سکون، محبت، اور انسانی کردار کی طاقت لیے ہمیشہ کے لیے نقش ہو گئے۔ منیزہ نے شہر کے ایک پرانے کتب خانے کا رخ کیا، جہاں سالوں سے تالے پڑے تھے۔ گرد آلود الماریاں، ٹوٹی میزیں، دھندلی روشنی، اور کتابوں کی خوشبو جو ماضی کی یاد دلا رہی تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

رائد وہاں پہلے سے موجود تھا، جھاڑو اور کپڑے کی پونچھ لیے۔ اس نے منیزہ کی آمد دیکھی اور مسکرایا،

"یہیں سے مستقبل نکلے گا۔"

منیزہ نے حیرت سے پوچھا، "یہ سب کرنے سے کیا بدلے گا؟" رائد نے پرانی کتابوں کو صاف کرتے ہوئے جواب دیا،

بغاوت وہی ہے جو بغیر شور کے ہو، مگر صدیوں تک گونجے۔" انہوں نے پرانی کتابوں کو"
ترتیب دیا، پلاسٹک کور چڑھائے، اور ایک چھوٹی لائبریری بحال کر دی۔ منیزہ کے دل میں
۔پہلی بار یہ خیال آیا کہ عمل کی خاموشی بھی انقلاب تھی

گلی میں ایک چھوٹا بچہ اپنی کھلونا گاڑی کے ساتھ کھیل رہا تھا، جس کا ایک پہیہ ٹوٹا ہوا تھا۔ رائد
۔چپ چاپ زمین پر بیٹھ گیا، اور بچے کے سامنے بیٹھے بیٹھے کھلونا مرمت کرنے لگا

یہ تو نیا لگ رہا ہے، استاد جی۔" بچے نے خوشی سے کہا۔ رائد نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے"
،کہا

"۔چیزیں نہیں، تعلقات مرمت کرو، تبھی دنیا نئے لگے گی"

منیزہ نے یہ منظر اپنے دل میں محفوظ کر لیا۔ پہلی بار اسے سمجھ آیا کہ حقیقی طاقت دھوکہ یا
۔شور میں نہیں، بلکہ انسانیت میں تھی

بارش کے بعد کی صبح تھی۔ تعز کی پہاڑیوں پر باریک دھند ایسی لپٹی تھی جیسے کسی نے انہیں چاندی کے ہلکے دوپٹے سے ڈھانپ دیا ہو۔ ہوا میں مٹی اور گیلی گھاس کی مہک ملی جلی تھی، جو ہر سانس کے ساتھ اندر اتر رہی تھی۔ گلیوں میں پانی کی باریک نالیاں بہہ رہی تھیں، کچھ کے کنارے چھوٹے چھوٹے پتھر چمک رہے تھے۔ دور سے مرغ کی بانگ اور کہیں قریب سے کسی عورت کے برتن دھونے کی چھن چھن سنائی دے رہی تھی۔ رائد ہاتھ میں ایک چھوٹا سا کپڑا اور جنگلی پھول لیے، شہر کے کونے پر بنے پرانے قبرستان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس قبرستان کی فصیل کئی جگہوں سے ٹوٹی ہوئی تھی۔ دروازہ زنگ آلود تھا، اور کچھ قبریں کائی اور جڑی بوٹیوں میں چھپی ہوئی تھیں۔ زیادہ تر قبروں پر چھوٹے کتبے تھے جن کے حروف بارش اور وقت کے ہاتھوں مٹ چکے تھے۔ قبرستان کے بیچ ایک قبر ایسی تھی جس پر نہ کتبہ تھا، نہ نشان۔ بس مٹی کا ایک چھوٹا سا ابھار، جس پر کبھی کبھار کوئی جنگلی گھاس اگ آتی تھی۔ رائد گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا، کپڑے سے مٹی صاف کی اور پھول نرمی سے رکھ دیے تھے۔ اسی لمحے ۔ پیچھے سے ایک آواز آئی

یہ کون ہے؟"رائد نے مڑ کر دیکھا۔ منیزہ ہاتھ میں نوٹ بک لیے کھڑی تھی،اس کا سانس" ۔چلنے سے کچھ تیز تھا جیسے وہ یہاں تک تیزی سے آئی تھی

۔پتا نہیں۔"رائد نے پھول سیدھا کرتے ہوئے کہا"

"؟پھر کیوں آتے ہو روز یہاں"

۔اسکی بات پر رائد نے آہستگی سے مٹی پر ہاتھ پھیرا

"۔کیونکہ یہ کسی کا ہے،اور کوئی اس کے پاس نہیں آتا"

منیزہ کی پیشانی پر بل آئے۔"لیکن تم نہیں جانتے یہ کون ہے۔۔۔ تو کیا فرق پڑتا ہے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

،رائد نے آسمان کی طرف دیکھا،پھر بولا

محبت کا ایک روپ یہ بھی ہے کہ تم وہاں جا کے سلام کرو، جہاں سے کوئی جواب نہیں آتا۔" "۔جہاں کوئی تمہارا انتظار بھی نہیں کر رہا ہوتا

ہوا کا ایک جھونکا آیا اور قبر پر رکھے پھول کی پتی ہلکی سی لرز گئی۔ منیزہ کو لگا جیسے یہ شہر بھی ایسی ہی ایک گمنام قبر ہے۔ جس کا کوئی وارث نہیں،کوئی پرسان حال نہیں۔ وہ دونوں کچھ دیر

خاموش کھڑے رہے۔ پیچھے سے مسجد کی پہلی اذان کی آواز آئی۔ قبرستان کے درختوں میں بیٹھے پرندے اڑ گئے، اور ہوا میں ایک عجیب سا خالی پن پھیل گیا۔ منیزہ نے نوٹ بک بند کی، لیکن اس کے دل میں ایک سوال جاگ چکا تھا۔ کیا انقلاب بھی ایسے ہی شروع ہوتا ہے؟ ؟خاموشی میں، اور کسی گمنام مٹی کے ٹیلے سے

شہر کے بیچوں بیچ ایک پرانا، بوسیدہ مکان تھا۔ دیواروں پر نمی کے دھبے، لکڑی کا دروازہ جو ہر بار کھلنے پر ہلکی سی چرچراہٹ کرتا، اور ایک کونے میں وہی ٹوٹی ہوئی کھڑکی، جو ہمیشہ ذرا سی کھلی رہتی تھی۔ غروبِ آفتاب کا وقت تھا، آسمان پر سنہری اور نارنجی رنگ بکھرے ہوئے تھے، اور وہ روشنی دھیرے دھیرے کھڑکی سے اندر اتر رہی تھی، کمرے کی گرد بھری فضا ۔میں تیرتی ہوئی

یہی وہ لمحہ تھا جب رائد اکثر یہاں آ بیٹھتا تھا۔ اس کمرے میں کبھی ایک بزرگ استاد رہتے تھے، جو قرآن کی تجوید اور تفسیر کے ماہر تھے۔ وہ محض پڑھانے والے نہیں تھے، بلکہ لفظوں

میں زندگی بسانے والے تھے۔اب وہ دنیا میں نہیں تھے، لیکن کمرے کے ایک کونے میں ان کا پرانا رحل اور مصحفِ قرآن اب بھی رکھا تھا، جس کے صفحات پر وقت کے نشان تھے مگر خوشبو اب بھی ایسی جیسے ہر آیت میں تازگی ابھی بھی سانس لے رہی تھی۔رائد آہستگی سے آگے بڑھا، رحل پر رکھا مصحف کھولا۔ صفحہ نمبر کے ساتھ ہی بسم اللہ کی تحریر چمکی، اور اس نے دھیرے دھیرے تلاوت شروع کی۔

"اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ"

(195 : بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"(البقرہ"

یہ آیت ایک یاد دہانی ہے کہ نیکی اکثر قربانی کا تقاضا کرتی ہے۔ کبھی وقت کا، کبھی مال کا، کبھی اپنی خواہشات کا، اور کبھی جان تک کا مگر جب یہ قربانی اخلاص کے ساتھ دی جائے، تو اس کا سب سے قیمتی انعام اللہ کی محبت بن جاتی ہے اور اللہ کی محبت سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں ہوتی ہے۔

آواز میں ایک ٹھہراؤ تھا، ہر حرف کمرے کی دیواروں سے ٹکرا کر دل میں اتر رہا تھا۔ تلاوت کے بیچ وہ رک کر ہر آیت کے معنی سوچتا، پھر آگے بڑھتا۔

اسی لمحے دروازے پر ایک ہلکی سی دستک ہوئی۔ منیزہ کھڑی تھی، ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔ وہ اندر آئی، ارد گرد دیکھا، اور آہستگی سے بولی،

"یہ تم ادھر پڑھنے آتے ہو؟"

رائد نے مسکرا کر سر ہلایا۔ "بچپن میں استاد سے سیکھا تھا اب جب دل بوجھل ہوتا ہے تو یہاں آجاتا ہوں۔"

رائد نے ایک اور آیت پڑھی۔

"إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ"

"اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں۔" (الرعد: 11)

اس نے صفحے پر ہاتھ پھیرا اور نرم لہجے میں کہا،

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

قرآن کی طاقت ورق میں نہیں، دل میں اترنے میں ہے۔ انقلاب بھی ایسے ہی آتا ہے۔" پہلے خاموشی، پھر دل کی تبدیلی، اور آخر میں دنیا بدل جانا۔" منیزہ کے ہونٹ تھوڑے کانپے، جیسے وہ کچھ کہنا چاہتی ہو مگر الفاظ نہیں مل رہے۔ کمرے میں آیات کی نرم گونج پھیل گئی، اور باہر شام کا سورج دیوار پر آخری سنہری لکیر چھوڑ رہا تھا۔

تمہیں پتہ ہے،" رائد نے دھیرے سے کہا،

یہی قرآن استاد کے ہاتھ میں آخری بار اُس دن کھلا تھا جب انہوں نے مسجد کے صحن میں" ایک بچے کو کہا تھا۔ آؤ، میں تمہیں حرفِ اول سکھاؤں گا۔ اگلے دن وہ شہید ہو گئے۔" منیزہ نے نظریں جھکا لیں۔ چائے کا کپ اس کے ہاتھ میں ٹھنڈا ہونے لگا تھا۔

شہید کا خون صرف اس کی موت کی یاد نہیں ہوتا، یہ اس کے مقصد کی گواہی بھی ہوتا ہے۔" اگر یہ مصحف بند کر دوں، تو جیسے اس کی آواز کو دفن کر دوں اور قرآن، یہ شہید کے خون سے دھل بھی جائے، تب بھی اس کے لفظ کبھی دھندلے نہیں ہوتے۔" اس نے ایک لمحے کو نظریں نیچی کر کے کہا،

یہ کتاب ان ہاتھوں میں زیادہ بامعنی ہے جنہوں نے زخم دیکھے ہوں کیونکہ زخم ہی دل کو وہ "
"۔جگہ بناتے ہیں جہاں آیات اترتی ہیں

،وہ کچھ پل رکا پھر تلاوت شروع کی

"وَلَا تَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ قُتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتًا‌ؕ بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُوۡنَ"

(آل عمران: 169)

جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے، انہیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے "
پاس رزق پا رہے ہیں۔" یہ الفاظ ایسے تھے جیسے کسی نے دل کے اندھیرے میں روشنی کی
۔ایک کرن ڈال دی تھی

۔کبھی کبھی۔۔۔،" رائد نے مصحف بند کرتے ہوئے بات جاری رکھی"

شہر کو ہتھیار کی نہیں، ہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہدایت آئے تو انقلاب خود راستہ " ڈھونڈ لیتا ہے۔" منیزہ نے پہلی بار محسوس کیا کہ شاید خاموشی بھی عبادت تھی اور رائڈ اس کا ۔ قاری تھا

بارش کا دن تھا۔ تعز کی گلیاں مٹی اور پانی کے ملے جلے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ہر موڑ پر چھوٹے چھوٹے چھپڑ جمع ہو گئے تھے، جن میں آسمان کی دھندلی عکاسی لرزتی ہوئی نظر آتی تھی۔ شہر کا مرکزی کتب خانہ اس دن تقریباً خالی تھا۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بارش کی ۔ بوندیں لگاتار بج رہی تھیں، جیسے کوئی اندر داخل ہونے کے لیے اصرار کر رہا تھا

ماہین، اپنے نوٹس اور ڈائری کے ساتھ، کتب خانے کے کونے میں بیٹھی تھی۔ اس کونے میں ایک پرانی لکڑی کی میز تھی، جس پر نقش و نگار ماند پڑ چکے تھے، اور اس کے سامنے ایک خالی کرسی تھی جو ہمیشہ خالی رہتی تھی۔ منیزہ نے لائبریرین سے ایک بار پوچھا تھا کہ یہ کرسی ، کیوں استعمال نہیں ہوتی۔ اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا

یہ کرسی ایک شخص کی یادگار ہے۔وہ یہاں بیٹھ کر سب کو کتابیں پڑھنے کی دعوت دیتا تھا، " یہاں تک کہ جنگ شروع ہو گئی۔ پھر ایک دن وہ واپس نہ آیا۔" آج، پہلی بار، رائد اس خالی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔اس کے سامنے ایک موٹی سی کتاب کھلی تھی، جس کے ورق پیلے پڑ چکے تھے۔کتاب کے سرورق پر سادہ خط میں لکھا تھا" حریت کی حکایات" منیزہ نے آگے بڑھ کر دیکھا۔یہ ایک ایسی کتاب تھی جو کئی سال پہلے پابندی لگا کر الماری کے پچھلے حصے میں چھپا دی گئی تھی۔

یہ تمہیں کہاں سے ملی؟ "اس نے حیرانی سے پوچھا۔رائد نے کتاب کے ورق پر ہاتھ " پھیرے،

یہ لائبریرین نے دی اور کہا کہ جو پڑھ لے، اس کی ذمہ داری خود اٹھائے گا۔" منیزہ کرسی " کے قریب کھڑی رہی۔رائد نے صفحہ پلٹتے ہوئے پڑھنا شروع کیا۔

انقلاب وہ نہیں جو گلیوں میں شور مچائے، بلکہ وہ ہے جو گھروں میں ذہن بدل دے اور ذہن " بدلنا کتاب کا کام ہے، بندوق کا نہیں۔" اس جملے پر وہ رکا، کتاب بند کی، اور سیدھا منیزہ کی طرف دیکھا،

یہی تو میں تمہیں سمجھا رہا ہوں۔ تم اپنی تحقیق میں لوگوں کے شور کا پیچھا کر رہی ہو، مگر" تمہیں ان کی خاموشی میں چھپے شور کو سننا ہوگا۔" منیزہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"اور تم سمجھتے ہو کہ کتاب پڑھنے سے تخت گر جائیں گے؟" رائد نے آہستگی سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔

جب ایک شخص سوال کرنا سیکھ جائے، تو ایک تخت گر جاتا ہے۔ جب ایک شہر سوال سیکھ" جائے، تو پورا انظام بدل جاتا ہے۔" کھڑکی سے بارش کا پانی نیچے گرتا رہا، لیکن کمرے میں ایک عجیب سکوت تھا۔ ایسا سکوت جو بھاری بھی تھا اور پراثر بھی۔ منیزہ نے محسوس کیا کہ یہ خالی کرسی، جو کبھی ایک یادگار تھی، آج ایک پیغام بن چکی تھی۔ رائد نے کتاب میز پر رکھی، اور ،اٹھ کر چل دیا۔ جاتے جاتے اس نے کہا

یہ پڑھ لو۔ مگر یاد رکھنا، اس کتاب کے ہر لفظ کی قیمت ہے۔" منیزہ نے کتاب ہاتھ میں لی" جیسے ہی اس نے پہلا صفحہ کھولا، باہر گلی سے ایک بچے کی ہنسی کی آواز آئی۔ اسے لگا، شاید انقلاب اسی ہنسی کی طرح آہستہ مگر گہری خاموشی سے آتا ہے۔

بارش کی بوندیں تعز کی گلیوں کو چمکدار شیشے کی طرح دھو رہی تھیں۔ چھتوں سے بہتا پانی، گلیوں میں چھوٹے چھوٹے جھیل جیسے گڑھے بنا رہا تھا۔ لوگ جلدی میں تھے، ہر کوئی کسی چھجے، دکان یا پلاسٹک شیڈ کے نیچے پناہ لیے ہوئے تھا۔ مگر ایک کونے میں، ایک اکیلا شخص اپنی دنیا کے بکھرنے کو دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک بوڑھا کتاب فروش تھا۔

اس کی لکڑی کی ریڑھی پر رکھی پرانی کتابیں بارش میں بھیگ چکی تھیں۔ صفحات پھٹ رہے تھے، سیاہی بہہ رہی تھی، اور لفظ بارش میں ڈوبتے جا رہے تھے۔ بوڑھا شخص بے بسی سے بارش کو دیکھتا رہا، جیسے وہ کسی پرانے دوست کو مرنے سے نہ روک پا رہا تھا۔ منیزہ بھی قریب ہی ایک چائے کے کھوکے کے نیچے کھڑی تھی۔ وہ بھیگی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر بے چین تھی، مگر اس کے قدم رکے ہوئے تھے۔ اسی لمحے، اس نے دیکھا، رائد۔

بغیر چھتری، بغیر بارش سے بچنے کی پرواہ کیے، وہ تیز قدموں سے ریڑھی تک پہنچا۔ اس نے ایک بھیگی ہوئی ضخیم کتاب اٹھائی، پانی جھاڑا، اور نرمی سے اپنے سینے سے لگائی، جیسے کوئی بچہ اپنے زخمی پرندے کو سہلا رہا تھا۔

،چھوڑدو بیٹا۔۔۔"بوڑھے کتاب فروش نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا"

یہ سب ختم ہو چکا ہے۔ بارش نے مار دیا۔"رائد نے ایک بھیگے ہوئے صفحے کو احتیاط سے" پلٹا۔سیاہی پھیلی ہوئی تھی، مگر ایک جملہ اب بھی صاف پڑھا جا سکتا تھا،"علم وہ چراغ ہے، جو طوفان میں بھی بجھتا نہیں ہے۔"رائد نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کتاب کو پلاسٹک بیگ ،میں رکھا اور بولا

بابا، بارش صرف کاغذ گیلا کرتی ہے۔اصل لفظ دل میں اتر جائیں تو کوئی طوفان انہیں نہیں" "۔مار سکتا

منیزہ نے یہ سب دیکھا، اور پہلی بار اسے محسوس ہوا کہ رائد کا انقلاب نعروں میں نہیں، ۔چھوٹے چھوٹے بچانے کے عمل میں تھا

یہ وہ لمحہ تھا جب اس نے جان لیا۔ تخت گرنا ایک دن کا کام ہو سکتا ہے، مگر لفظ اور علم بچانا، ۔نسلوں کا انقلاب ہوتا ہے

بارش تھم چکی تھی، مگر گلیوں میں پانی اب بھی بہہ رہا تھا۔ منیزہ چپ چاپ رائڈ کے پیچھے چل رہی تھی۔ وہ ایک چھوٹے سے ٹھیلے کے پاس رکا، جہاں ایک بوڑھا آدمی ابلے آلو بیچ رہا تھا۔ دھواں، بارش کے بعد کی نمی کے ساتھ مل کر، پورے منظر کو کسی پرانی یاد کی طرح ۔دھندلا رہا تھا۔ رائڈ نے دو آلو لیے، نمک چھڑ کا، اور ایک منیزہ کو پکڑا دیا

،منیزہ نے بھنویں اٹھائیں

،یہ کس لیے؟" رائڈ نے سنجیدگی سے کہا"

انقلابات کے دوران لوگ اکثر بھوکے مر جاتے ہیں۔ اس لیے سوچا، تمہیں شروع میں ہی" ،تربیت دے دوں۔" منیزہ ہلکا سا مسکرائی، مگر آلو لیتے ہوئے بولی

،تمہارا انقلاب آلو کھا کر کیسے آئے گا؟" رائڈ نے نوالہ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا"

دیکھو، انقلاب صرف تخت گرانے سے نہیں آتا۔ یہ اس وقت آتا ہے جب لوگ اپنی چھوٹی" چھوٹی بھوکیں، اپنی چھوٹی چھوٹی خود غرضیاں قابو کر لیں۔ آلو کھانا اس کی مشق ہے۔ سادہ، ،پیٹ بھرنے والا، اور سب کے لیے برابر۔" منیزہ نے ہنستے ہوئے کہا

،تم ہر چیز کا فلسفہ بنا دیتے ہو۔" رائڈ نے چائے والے کو آواز دی"

"۔۔۔۔دو کپ گڑ والی چائے"

،پھر اس نے مڑ کر منیزہ کو دیکھا

چائے بھی انقلاب ہے۔یہ غریب کا میٹھا ہے، تھکے ہوئے کا سکون ہے،اور گلی کے کونے پر"
بیٹھے دو اجنبیوں کے درمیان پہلی بات چیت کا بہانہ ہے۔"چائے آگئی۔دونوں ایک بینچ پر
۔بیٹھ گئے۔گلی میں بچے بارش کے پانی میں کشتیاں بہا رہے تھے

تخت بھی خاموش ہو جاتا ہے جب وہ ساتھ بیٹھتے ہیں

شاہ کی دنیا ملکہ کی ایک مسکراہٹ میں سمٹ جاتی ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

،رائد نے کپ سے ایک گھونٹ لیا اور مسکرایا

دیکھا؟ تخت گرنے کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے،جب لوگ ایک ساتھ بیٹھ کر ایک کپ"
چائے بانٹ لیتے ہیں۔"منیزہ نے کپ ہونٹوں سے لگایا،اور پہلی بار محسوس کیا کہ شاید

انقلاب کی خوشبو واقعی چائے کے بھاپ جیسی ہوتی ہے، گرم، دھیمی، اور ہر دل میں اتر جانے والی۔

شام کے سائے لمبے ہو رہے تھے۔ گلی میں ہلکی دھند اتر رہی تھی۔ رائد اور منیزہ چائے ختم کر کے اٹھنے ہی والے تھے کہ گلی کے دوسرے سرے سے ایک شور اُٹھا۔

چند لوگ ایک دکان کے باہر جمع تھے، آوازیں بلند تھیں، اور کہیں کہیں دھمکیوں کی جھلک سنائی دے رہی تھی۔

منیزہ نے پریشانی سے دیکھا،

کیا ہوا ہے وہاں؟" رائد نے ایک لمحہ دیکھا، پھر دھیرے سے بولا"۔

آؤ، دیکھتے ہیں۔" وہ قریب پہنچے تو منظر واضح ہوا۔ دکان کے مالک پر الزام تھا کہ اس نے" جنگ زدہ علاقے میں ضرورت کی چیزیں چھپا کر رکھی ہیں اور مہنگے داموں بیچ رہا ہے۔ لوگ غصے میں تھے، لیکن ان میں سے کوئی بھی پہلا پتھر مارنے کی ہمت نہیں کر رہا تھا۔ رائذ بھیڑ میں داخل ہوا۔ اس نے بلند آواز میں کچھ نہیں کہا، بس دکان کے دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ لوگ اسے پہچانتے تھے، اس لیے آوازیں آہستہ ہونے لگیں۔ دکاندار ہانپتے ہوئے ،بولا

"۔میں نے کچھ غلط نہیں کیا"

،رائذ نے سکون سے کہا

اگر تم نے غلط نہیں کیا، تو دروازہ کھولو اور لوگوں کو دیکھنے دو۔" دکاندار کے چہرے پر" ۔پسینہ اُتر آیا

منیزہ نے دیکھا کہ رائذ کے الفاظ میں کوئی دھمکی نہیں تھی، مگر ان کا وزن ایسا تھا کہ وہ سیدھا ۔آدمی کے اندر جا کر ٹوٹا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آخر کار، دکان کا دروازہ کھلا۔ اندر گندم کے تھیلے اور دوائیاں بھری پڑی تھیں۔ وہ چیزیں جو گاؤں والے مہینوں سے ڈھونڈ رہے تھے۔

لوگ غصے میں آگے بڑھے، لیکن رائد نے ہاتھ اٹھا کر روکا۔

"یاد رکھو۔۔۔ انقلاب شور سے نہیں آتا۔ شور تو تھم جاتا ہے، ڈھول بیٹھ جاتی ہے۔ اصل انقلاب تب ہوتا ہے، جب تم اپنے غصے کو عمل میں ڈھال دو، اور اپنے ہاتھ سے وہ کام کر دو، جس سے ظالم کی نیند اڑ جائے۔ بغیر ایک پتھر اٹھائے، بغیر ایک چیخ نکالے۔" منیزہ نے محسوس کیا کہ یہ الفاظ صرف گاؤں کے لوگوں کے لیے نہیں تھے۔ یہ کسی بڑے، خاموش طوفان کا اعلان تھے۔

تعز کی راتیں ہمیشہ عجیب ہوا کرتی تھیں، خاموش مگر بھاری، جیسے کوئی پرانی لائبریری جس کے شیلفوں میں ہزاروں قصے دبے ہوں۔ آج بھی وہی رات تھی۔ گلی کے دونوں طرف چراغ جل رہے تھے مگر ان کی روشنی دھند میں گم ہو رہی تھی۔ کہیں دور کسی چھت سے اذانِ فجر کی ابتدائی پکار سنائی دی، مگر ابھی گھڑی میں دو بج رہے تھے۔

منیزہ نے اپنی کھڑکی کھولی۔ ہوا میں مٹی کی خوشبو تھی، اور ساتھ کہیں جلتی لکڑی کی ہلکی سی مہک تھی۔ نیچے صحن میں رائد ایک چراغ جلا کر بیٹھا تھا۔ وہ کسی پرانی ڈائری کے اوراق پلٹ رہا تھا، اور ساتھ چائے کا کپ رکھا تھا جس سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔

منیزہ نیچے آئی، قدموں کی آہٹ پر رائد نے سر اٹھایا، مسکرایا نہیں، بس آنکھوں سے ایک سلام بھیج دیا۔

"نیند نہیں آئی؟" منیزہ نے آہستہ سے پوچھا۔

"نیند تو اُن کے نصیب میں ہوتی ہے جن کے دل ہلکے ہوں۔" رائد نے ہلکے طنز کے ساتھ کہا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے۔ صرف چراغ کی لو اور کبھی کبھار گلی میں سے گزرتی آوارہ بلی کی آواز آجاتی تھی۔

"رائد، میں تم سے کچھ پوچھ سکتی ہوں؟"

۔پوچھنے کا حوصلہ ہو تو ہاں۔"رائد نے ڈائری بند کی"

تم ہر کام خاموشی سے کیوں کرتے ہو؟ تم بولتے کیوں نہیں؟ یہاں لوگ چیخ چیخ کر انصاف" ۔مانگتے ہیں، تم بس۔۔۔ کر کے دکھا دیتے ہو۔"رائد نے ہلکی سی سانس لی

بولنا آسان ہے، ماہین۔ بولنے میں کوئی قیمت نہیں لگتی، بس ہمت تھوڑی چاہیے۔" لیکن۔۔۔ کر کے دکھانے میں قیمت لگتی ہے۔ کبھی اپنی نیند کی، کبھی اپنے رشتوں کی، اور "۔ کبھی اپنی جان کی

منیزہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ پہلی بار اسے لگا کہ اس کے خاموش چہرے کے ۔پیچھے پرانے اور گہرے زخم تھے

Clubb of Quality Content

تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا؟"اس نے آہستہ سے پوچھا۔ رائد نے ایک لمحے کو نظریں چراغ کی" لو پر گاڑ دیں۔"جب میں سولہ سال کا تھا، میرے والد کو شہر کے مرکز میں گولی مار دی گئی۔ کسی نے پوچھا کیوں؟ نہیں۔ کسی نے انصاف دیا؟ نہیں۔ اُس دن میں نے قسم کھائی کہ میں شور نہیں مچاؤں گا۔ شور صرف انہیں طاقت دیتا ہے جو ہمیں دبانا چاہتے ہیں۔ میں ان کی ۔راتیں خراب کروں گا۔ عمل سے، نہ کہ آواز سے۔"منیزہ کے ہاتھ میں کپ کانپنے لگا

،اور تم اکیلے یہ سب کر لو گے ؟"رائد مسکرایا"

اکیلا درخت بھی سایہ دیتا ہے۔ مگر جب کئی درخت ساتھ کھڑے ہوں، تو وہ جنگل بن" جاتے ہیں، اور جنگل کو کوئی جلا نہیں سکتا۔"چراغ کی لو ہلکی ہوئی، اور ایک جھونکا آیا۔رائڈ نے ۔ڈائری دوبارہ کھولی اور ایک صفحہ منیزہ کی طرف بڑھا دیا۔اس پر صرف ایک جملہ لکھا تھا

جب تخت گرتے ہیں تو شور نہیں ہوتا، صرف زمین ہلتی ہے۔"منیزہ نے اس جملے کو پڑھا" ۔اور محسوس کیا کہ وہ اب اس کہانی کا حصہ بن چکی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

____

تعز کی گلیاں اس رات غیر معمولی طور پر سنسان تھیں۔آسمان پر بادل گھرے تھے اور چاند کہیں غائب تھا۔شہر کے مغربی حصے میں ایک پرانا اسکول تھا جو کئی مہینوں سے بند پڑا تھا۔کبھی وہاں بچوں کی ہنسی گونجتی تھی، اب صرف چمگادڑیں اور مٹی تھی۔منیزہ اور رائڈ ایک چھوٹی سی گلی میں کھڑے تھے۔رائڈ کے کندھے پر ایک پرانا کپڑے کا تھیلا تھا، اور منیزہ کے ہاتھ ۔میں ایک لالٹین تھی

یہی ہے وہ جگہ۔"رائد نے سر کے اشارے سے سامنے کے ٹوٹے دروازے کی طرف "
۔اشارہ کیا

"۔کل صبح یہاں کلاس لگنی چاہیے "

۔کیا؟اتنے کم وقت میں ؟"منیزہ نے حیرت سے پوچھا"

رائد نے خاموشی سے تھیلا کھولا۔اس میں چند کتابیں،چاک کے ڈبے،کچھ کاپیاں،اور چند پینسلیں تھیں۔"انقلاب کی شروعات ہمیشہ چھوٹی میزوں اور سادہ کتابوں سے ہوتی ہے،
"۔ماہین

وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔کمرہ دھول سے بھرا تھا۔فرش پر ٹوٹی کرسیوں کے ڈھانچے
۔بکھرے پڑے تھے۔کھڑکیوں کے شیشے غائب تھے،اور سرد ہوا سیدھی اندر آ رہی تھی

یہاں تو کچھ بھی نہیں بچا۔"منیزہ نے آہستہ سے کہا۔رائد نے جواب نہیں دیا۔وہ خاموشی " سے ایک جھاڑو اٹھا کر صفائی کرنے لگا۔اس کے ہاتھوں کی رفتار میں عجلت نہیں تھی،مگر ایک عزم ضرور تھا۔منیزہ نے لمحہ بھر اُسے دیکھا،پھر خود بھی ایک کونے سے دھول جھاڑنے لگی۔

چند گھنٹوں بعد، جب کمرہ صاف ہو گیا تو رائڈ نے لالٹین درمیان میں رکھی۔ دونوں کے چہرے پسینے سے بھیگے تھے، مگر آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی۔

یہ دیکھو۔" رائڈ نے تھیلے سے ایک تختی نکالی جس پر چاک سے لکھا تھا، "علم پہلا ہتھیار ہے"۔ منیزہ نے تختی کو دیوار پر لٹکایا۔ "یہ بس ایک کمرہ ہے، رائڈ"۔

ہاں، مگر کل صبح یہ کمرہ ایک انقلاب کا پہلا صفحہ بنے گا۔" رائڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ اچانک" باہر گلی میں قدموں کی آہٹ آئی۔ منیزہ نے گھبرا کر لالٹین بجھائی۔ اندھیرے میں صرف ان کی سانسوں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

یہاں کون ہے؟" ایک بھاری آواز گونجی۔ شاید کوئی پہرے دار تھا۔ رائڈ نے آہستہ سے" کہا،

خاموش رہو۔" وہ ایک پرانی الماری کے پیچھے چھپ گئے۔ قدموں کی آہٹ قریب آئی،" دروازہ چرچراہٹ کے ساتھ کھلا، اور ایک ٹارچ کی روشنی اندر گھومی تھی۔ چند لمحے بعد دروازہ دوبارہ بند ہوا اور آہٹ دور چلی گئی۔ منیزہ کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

یہ خطرناک ہے، رائڈ۔" رائڈ نے سرگوشی میں کہا، "انقلاب ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے، مگر"
"۔ہم یہاں خوف بانٹنے نہیں، روشنی بانٹنے آئے ہیں

وہ دونوں دوبارہ روشنی جلانے لگے، اور رات کے باقی گھنٹے بینچ سیدھے کرنے، کتابوں کو
۔ترتیب دینے اور دیواروں پر چارٹ لگانے میں گزر گئے

صبح کا پہلا اجالا کھڑکی کے سوراخ سے اندر آیا تو وہ کمرہ پہچان میں نہیں آ رہا تھا۔ دھول مٹی کی
جگہ روشن دیواریں تھیں، ٹوٹی کرسیوں کی جگہ ترتیب سے رکھی ہوئی بینچیں، اور درمیان
۔میں ایک میز پر کتابوں کا ڈھیر تھا۔ منیزہ نے سانس بھری

،یہ۔۔۔واقعی ہو سکتا ہے۔" رائڈ نے مسکرا کر کہا"

یہ ہو چکا ہے۔ بس اب دیکھنا کہ یہاں آنے والے بچوں میں سے کون سا بچہ کل کے تخت کو"
۔گرانے والا ہوگا۔" اور وہ لمحہ دونوں کے لیے خاموش فتح کی پہلی صبح تھی

صبح کے سورج نے تعز کے پرانے اسکول کی دیواروں پر سنہری روشنی بکھیر دی تھی۔رائد اور منیزہ دروازے کے پاس کھڑے تھے، دونوں کے ہاتھوں میں کتابیں اور چہرے پر ایک چھپی ہوئی امید تھی۔گلی سے بچوں کے چھوٹے چھوٹے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔

سب سے پہلے ایک دبلا پتلا لڑکا آیا، جس کے کپڑوں پر جگہ جگہ پیوند تھے۔اس نے ہچکچاتے ہوئے اندر قدم رکھا، جیسے یہ جگہ اس کے لیے نہیں تھی۔

"آؤ، بیٹھ جاؤ، تمہارا نام؟" رائد نے نرمی سے پوچھا۔

"یاسر۔۔۔یاسر خالد۔" لڑکے نے آہستہ سے بتایا۔

جلد ہی پانچ اور بچے آ گئے۔کچھ ننگے پاؤں تھے، کچھ کے پاس بستے نہیں تھے، مگر آنکھوں میں ایک عجیب بھوک تھی، علم کی بھوک۔

"پہلا سبق شروع ہوا۔رائد نے تختی پر لکھا، "آزادی۔

آزادی کا مطلب کیا ہے؟"اس نے بچوں سے پوچھا۔ایک چھوٹی بچی نے کہا،"گھر میں

۔جب امی مجھے کھلونے چھپانے نہ دیں۔"سب ہنس پڑے

آزادی۔۔۔جب کوئی ہمیں ہمارے گھر سے نہ نکالے۔"یاسر بولا۔کمرے میں خاموشی"

۔چھاگئی۔منیزہ نے یاسر کی طرف دیکھا

۔یہ کس نے کیا تمہارے ساتھ؟"یاسر نے نظریں جھکائیں"

میرے چاچا کہتے ہیں، فلسطین میں ایسا ہوتا ہے۔ہمارے گاؤں میں بھی۔۔۔کچھ ایسا ہی۔"

لوگ آتے ہیں،سب کچھ لے جاتے ہیں۔"رائد نے گہری سانس لی۔"یاسر ٹھیک کہہ رہا

ہے۔فلسطین ہو یا کشمیر،شام ہو یا روہنگیا،یا پھر یہیں یمن۔۔۔جہاں بھی طاقتور ظلم کرتا ہے،

وہاں سب سے پہلے گھر،عزت اور خواب چھینے جاتے ہیں۔"ایک بچی نے معصومیت سے

،پوچھا تھا

۔تو کیا جنگ ہی واحد حل ہے؟"رائد نے سر ہلایا"

"جنگ آخری حل ہے۔۔۔اور اکثر وہ بھی ظالم ہی جیتتا ہے، کیونکہ اس کے پاس زیادہ ہتھیار ہوتے ہیں مگر اسلام نے ہمیں بتایا ہے کہ اصل جنگ ظالم کے خلاف کھڑے ہونے کی ہے۔ چاہے وہ قلم سے ہو، زبان سے ہو یا ہاتھ سے۔" منیزہ نے آگے بڑھی،

"تم جانتے ہو بدر کی جنگ کب لڑی گئی؟ جب مسلمانوں کے پاس تلواریں بھی پوری نہیں تھیں مگر ان کے پاس یقین تھا اور یقین ہمیشہ اس وقت آتا ہے، جب انسان اپنی جان سے زیادہ اپنے مقصد کو چاہتا ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر یاسر نے سوال کیا،

"لیکن اگر ہم سب چھوٹے ہیں، ہمارے پاس ہتھیار نہیں، تو ہم کیا کریں؟" رائد نے تختی پر ایک اور لفظ لکھا، "علم"۔

"یہ تمہارا پہلا ہتھیار ہے۔ فلسطین کے بچے جب اپنے گھروں کے ملبے پر بیٹھ کر کتاب کھولتے ہیں، تو یہ دنیا کے سب سے خطرناک سپاہی ہوتے ہیں کیونکہ وہ سچ جانتے ہیں، اور سچ کو کوئی فوج نہیں ہرا سکتی۔"

،ایک اور بچہ بولا

لیکن وہ بھی تو مارتے ہیں جو اسلام کے نام پر لڑتے ہیں؟" یہ سوال سب کے دل میں تھا۔"

،رائد نے دھیرے سے جواب دیا

اسلام کے نام پر ظلم کرنے والے اسلام کے دشمن ہیں، چاہے وہ کسی قوم یا جھنڈے سے" تعلق رکھتے ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔" کمرے میں ایک خاموش عزم محسوس ہونے لگا۔ بچے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے جیسے پہلی بار سمجھ رہے ہوں کہ انقلاب صرف توپ اور بندوق کا ،نام نہیں۔ یاسر نے آہستہ سے کہا

میں بڑا ہو کر فلسطین جاؤں گا۔" رائد مسکرایا۔" پہلے پڑھنا سیکھو، یاسر۔ تاکہ جب جاؤ تو ان" "۔کو صرف پتھروں سے نہیں، علم سے بھی جواب دے سکو

منیزہ نے اس لمحے محسوس کیا کہ یہ کمرہ صرف ایک اسکول نہیں، بلکہ ایک بیج تھا۔ جو ایک دن ۔ان گلیوں کو بدل دے گا، اور شاید ان سرحدوں کو بھی جو ظلم نے کھینچی تھیں

دوپہر کا وقت تھا۔ سکول کی چھت پر دھوپ تیز ہو گئی تھی، اور کمرے کے اندر پرانا پنکھا آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ بچے جا چکے تھے، بس یاسر پیچھے رہ گیا تھا۔ وہ دروازے پر کھڑا کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں ایک دبلا پتلا، درمیانی عمر کا آدمی اندر آیا۔ اس کی آنکھوں کے گرد گہرے سائے تھے، کپڑے دھوپ اور دھول سے ماندہ، اور ہاتھ میں ایک پھٹی ہوئی تھیلی تھی۔ یاسر دوڑ کر اس سے لپٹ گیا۔

چاچا!" رائد اور منیزہ نے مہمان کو خوش آمدید کہا۔ "بیٹھیں، پانی لاتا ہوں۔" رائد نے کہا۔" آدمی نے کرسی پر بیٹھتے ہی کمر سیدھی کی، جیسے تھکن ہڈیوں تک اتر گئی تھی۔

میں خالد ہوں،" اس نے کہا، "فلسطین سے۔۔۔ یا شاید اب کہوں لبنان سے، کیونکہ پچھلے" بارہ سال سے وہی میرا عارضی گھر ہے۔" منیزہ نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا، "آپ۔۔۔ وہاں "سے کیسے نکلے؟

خالد نے لمبی سانس لی۔ "جب تمہارا گھر گرتا ہے، تو تم سوچتے ہو کل نیا بنا لیں گے۔ مگر جب مسجد کی چھت، اسکول کا صحن، اور تمہاری ماں کی قبر سب ایک ساتھ مٹی میں مل جائیں۔۔۔ تب تمہیں پتہ چلتا ہے کہ تم صرف ایک نہیں، پوری تاریخ سے بے گھر ہو گئے ہو۔" اس نے اپنے بیگ سے ایک مٹی لگی پرانی چابی نکالی۔ "یہ۔۔۔ ہمارے گھر کی ہے۔ اب بس ایک یادگار ہے۔" رائد خاموش سن رہا تھا، مگر اس کی آنکھوں میں وہی پرانا درد جھلکنے لگا جو وہ کبھی ظاہر نہیں کرتا تھا۔ منیزہ آہستہ سے بولی، "امت۔۔۔ کیوں خاموش ہے؟"

خالد ہنس دیا، مگر اس ہنسی میں تلخی تھی۔ "خاموش نہیں۔۔۔ بس مصروف ہے۔ کوئی تیل کے معاہدے کر رہا ہے، کوئی اپنے شہر کے میلے میں مصروف ہے۔ کچھ لوگ ٹویٹر پر جھنڈے بدل کر سمجھتے ہیں کہ ہم آزاد ہو گئے۔"

رائد نے گہری نظر سے کہا، "لیکن اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے کا بھائی ہے۔"

خالد نے جواب دیا،

"اسلام ہمیں سب کچھ سکھاتا ہے، مگر ہم عمل نہیں کرتے۔ ہم نے اسلام کو تقریروں میں قید کر دیا ہے، اور زمین پر ظالم کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔" منیزہ نے محسوس کیا کہ خالد کی بات صرف فلسطین کے لیے نہیں، بلکہ یمن، شام، کشمیر اور ہر اس جگہ کے لیے تھی جہاں مظلوم کی چیخ آسمان تک جاتی ہے مگر زمین پر کوئی سننے والا نہیں تھا۔ یاسر خاموش کھڑا تھا، مگر اس کی مٹھی بند تھی۔

چاچا، میں بڑا ہو کر۔۔۔ واپس جاؤں گا۔" خالد نے اس کی طرف دیکھ کر کہا، "واپس جانا آسان ہے، یاسر۔۔۔ جیت کر جانا مشکل ہے۔ اس کے لیے ہتھیار چاہیے اور سب سے بڑا ہتھیار تمہارے دماغ میں ہے، ہاتھ میں نہیں۔" رائد یہ سن کر بولا،
"علم وہ ہتھیار ہے جو دشمن کو بھی بدل سکتا ہے لیکن علم کے ساتھ ایمان اور حوصلہ نہ ہو، تو وہ بس ایک کتاب کا کاغذ رہ جاتا ہے۔"

کمرے میں ایک عجیب بھاری سکوت چھا گیا۔ باہر گلی میں بچوں کے کھیلنے کی آواز آ رہی تھی، مگر اس کمرے میں ہر لفظ پتھر کی طرح گر رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں دوبارہ آؤں گا، لیکن امید ہے کہ اگلی بار یہاں صرف ایک اسکول نہیں، ایک قلعہ" دیکھوں گا، قلم کا قلعہ۔" خالد جانے کو اٹھا۔

رائد نے سر ہلایا، اور دل میں طے کیا کہ یہ اسکول صرف پڑھانے کی جگہ نہیں رہے گا، بلکہ ایسی نسل تیار کرے گا جو ظالم سے نظریں ملا سکے۔

\-------------

رات کے آخری پہر کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مسجد کی میناروں سے تہجد کی اذان کی ہلکی گونج رہی تھی۔ ہوا میں سردی تھی، مگر دلوں میں ایک عجیب سکون تھا۔

منیزہ نے اپنے کمرے کی کھڑکی کھولی اور باہر جھانکا۔ چاند آدھی رات کے نیلے آسمان پر روشن تھا، اور ہوا میں ایک ٹھنڈک تھی جو جلدی سے جلدی سانسوں میں گھل رہی تھی۔ وہ چپ چاپ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی، چاند کی روشنی میں اپنے ہاتھوں سے بنے کھانے سے سحری کرنے والی تھی۔

اسی لمحے رائد آہستہ سے باہر آیا، اپنی ٹوپی سر پر رکھے ہوئے، ہلکی لالٹین اور کھانے کی تھالی ہاتھوں میں تھیں۔ اس کی آنکھوں میں روشنی اور فکر کا امتزاج تھا۔

خیریت تو ہے ؟" منیزہ کا اسے دیکھتے ہی تجسس جاگا تھا۔اس نے کھانا بزرگ کے سامنے "

،رکھا، جو باہر سے گزرتے ہوئے تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے۔ بزرگ نے سر جھکایا اور دعا کی

اللہ تمہیں سلامت رکھے، بیٹا۔" وہ اپنا کھانا لے کر باہر نکلی تھی۔رائد اس کی آمد پر چونکا"

۔ تھا

"؟ تہجد کے وقت باہر۔۔۔ یہ کیسے خیال آیا"

سچ بتاؤں؟ میں چاند کی روشنی تلاش کر رہی تھی۔ تمہارے شہر کے باہر کے علاقوں میں، "

اتنی سردی میں بھی لوگ اس وقت عبادت اور چاند دیکھنے کے لیے نکلتے ہیں۔ تمہیں یہاں

دیکھ کر دل کو سکون ملا۔۔۔ تم باہر نکلے، اور تمہاری آنکھیں، وہ چاند کی روشنی میں۔۔۔ بس،

مجھے نیچے کھینچ لائی۔" منیزہ نے شرمندگی سے اپنی آنکھیں جھکا لیں، مگر دل کی دھڑکن تیز

تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم بڑھا کر رائد کے قریب آئی۔ رائد نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا،

"اتنی سرد ہوائیں، جاندار علاقے چھوڑ کر، لوگ صرف چاند کے لیے باہر نکلتے ہیں۔ ورنہ ان

"۔کی آنکھیں خراب ہو جائیں، پاؤں زخمی ہو جائیں مگر آج میں خوش ہوں کہ تم یہاں ہو

۔تو پھر تم بھی خطرہ ہونے کے باوجود بس چاند دیکھنے آ گئے ؟" منیزہ نظریں جھکائے مسکرائی "

یہ چاند صرف روشنی نہیں، یہ امید ہے اور یہ امید تمہارے ساتھ زیادہ روشن لگ رہی" ۔ہے۔"رائد نے سر ہلایا

منیزہ نے کھجور اور روٹی کی آدھی آدھی تقسیم کر کے شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی سحری آدھی رائد کو دے دی۔رائد مسکراہٹ دبائے اس کی کاروائی دیکھ رہا تھا۔منیزہ نے چپ چاپ اپنی آنکھوں سے ٹھنڈی ہوا میں جھپٹتے ہوئے رائد کو دیکھا۔دل میں ایک عجیب سکون اور جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں خاموشی سے بات کی،الفاظ ۔کی ضرورت ہی نہیں تھی

منیزہ نے اپنے ہاتھ سے آہستہ سے نظریں اٹھا کر دیکھا اور رائد کو لگا ایک لمحے کے لیے،دنیا کی ۔سردی اور شور سب ختم ہو گیا تھا

۔تم نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا؟"منیزہ نے پھر نرم لہجے میں پوچھا"

۔نہیں۔۔۔"رائد پورے دل سے مسکرا رہا تھا"

"۔تو پھر کھاؤ، تمہارے لیے کھجور لائی ہوں،روزہ رکھنے کے لیے"

منیزہ نے آدھی روٹی کا ٹکڑا اٹھایا، اور رائد نے آدھی روٹی اس کے ساتھ بانٹی۔ باقی کھجوریں رائد نے نرمی سے منیزہ کی تھالی میں ڈال دیں۔ رائد نے چند لمحوں کے لیے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور محبت ایک ساتھ جھلک رہی تھی۔

ایران کے قدیم شہر اصفہان کی ایک خوبصورت مسجد کی سفید اور نیلے رنگ کی چھتوں کے نیچے، سورج کی نرم روشنی گنبدوں سے ٹکرا کر زمین پر پھیل رہی تھی۔ مسجد کے اندر کی خوشبو موم بتیوں اور تازہ پھولوں کی ملی جلی خوشبو تھی، جو ہر کونے میں سکون اور تقدس بکھیر رہی تھی۔

منیزہ اپنے روایتی ایرانی دلہن کے لباس میں کھڑی تھی۔ اس کا لباس سنہری اور نیلے رنگ کی ملی جلی خوبصورتی سے سجا تھا، اور مہندی سے سجے ہاتھوں کی خوشبو ہر طرف پھیل رہی تھی۔ رائد نے آہستہ سے اس کے ہاتھ پکڑے، اور اس کی آنکھوں میں اپنی محبت کا عکس دیکھ کر مسکرایا۔

امام نے آہستہ اور سنجیدگی سے دونوں کے سامنے الفاظ ادا کیے،اور رائد اور منیزہ نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ کر حلف اور وعدے کیے۔

"ماہین، تم میری زندگی کا سب سے قیمتی حصہ ہو۔ تمہارا ہر خیال ہمیشہ میرے دل میں محفوظ رہے گا۔" رائد نے آہستہ سر ہلایا۔

"رائد، تمہارے ساتھ ہر لمحہ میری زندگی کو مکمل کرتا ہے۔ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہوں گی۔" منیزہ نے آہستہ سے جواب دیا۔

نکاح کے بعد رائد اور منیزہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔

مہندی سے مہک رہے منیزہ کے ہاتھ رائد نے نرمی سے پکڑے۔ دونوں کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے، دل کی دھڑکنیں تیز، مگر سکون بھرے لمحات تھے۔

تمہارے بغیر یہ لمحہ مکمل نہیں ہوتا، منیزہ، آج سے تمہارے ہر خواب میں میرا ہاتھ ہو گا۔"""

منیزہ کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔

رائد، یہ سب کچھ تمہاری موجودگی کی وجہ سے جیتا جاگتا خواب لگ رہا ہے۔" رائد نے اس کے ہاتھوں کو محبت سے سہلایا۔

تمہاری ہر مسکراہٹ میری زندگی کا سب سے بڑا خزانہ ہے۔" رائد اس کی طرف محبت سے " جھکا۔

اور تمہاری ہر نظر میرے دل کو چھو رہی ہے۔" منیزہ نظریں جھکائے مسکرا دی"۔

ان کے ہاتھ آہستہ سے ایک دوسرے سے الگ ہوئے، مگر دلوں کی قربت اور بھی بڑھ گئی تھی۔

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

شیراز کی ایک خوبصورت چھت والے کمرے میں منیزہ ایران کی خاص ڈش فیسیرے (روایتی ایرانی خوراک) بنا رہی تھی۔ رائد بھی اس کے ساتھ کچن میں تھا، چمچ پکڑ کر ہلکی سی مدد دے رہا تھا۔

رائد، تم ہمیشہ میری مدد کرتے ہو، تمہارے بغیر یہ ممکن نہیں۔" منیزہ پر سکون تھی"

اور ہلکی سی مسکان اس کے ہونٹوں پر تھی۔

ہاں، تاکہ تم اپنے ہاتھوں کی خوشبو میں مجھے ہمیشہ ساتھ پاؤ۔" رائد نے شرارت سے اس کا" گال کھینچا۔ وہ آہستہ سے اس کے گال کو ہاتھ سے چھواتے ہنسی۔

"اور تمہیں بھی یہی خوشبو ہمیشہ یاد رہے گی۔"

یہ لمحے، یہ خوشبو، اور تمہاری محبت سب کچھ میری زندگی میں بس تمہارا ہے۔" رائد کی" زندگی مکمل ہو چکی تھی۔

۔دوستت دارم ۔"رائد نے اظہار پر منیزہ نے سر ہلایا "

(۔تم سے محبت کرتا ہوں)

جان، تو برای من خیلی مهمی ۔(جان، تم میرے لیے بہت اہم ہو۔) منیزہ کے اس ایرانی"
۔جواب پر رائد کی آنکھیں محبت سے بھر گئیں

شیراز کے قدیم باغات میں، رائد نے منیزہ کا ہاتھ پکڑا، اس کی موجودگی محسوس کی، اور دل
"۔میں یہ خیال آیا کہ یہ ساتھ، یہ بندھن یہی میرا گھر ہے، یہی میری پسندیدہ جگہ ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تمہارے ساتھ ہونا، تمہارا ہاتھ تھامنا۔۔۔یہ سب مجھے اپنے گھر جیسا محسوس کراتا ہے۔"وہ"
۔اس کے ہاتھ کو محبت سے سہلا رہا تھا

۔منیزہ نے سر ہلایا اور یہ لمحہ ہمیشہ کے لیے دل میں بس گیا تھا

"۔جہاں تم ہو، وہیں میرا سکون اور میرا گھر ہے"

یزد کے صحرا میں رات کے وقت، چاند کی نرم روشنی زمین پر پڑ رہی تھی۔ منیزہ کے چھت کی کھڑکی سے باہر دیکھتے نرم ہوا کے ساتھ اس کے بال لہرا رہے تھے۔

"رائد، چاند کتنا روشن ہے، ہماری محبت کی روشنی کی طرح۔"

"چاند کی روشنی کبھی تمہاری طرح دل کو سکون نہیں دے سکتی۔ تمہاری موجودگی ہی میری دنیا کی سب سے خوبصورت روشنی ہے۔" رائد محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ منیزہ اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے کر چہکی۔

"اور تمہارے ساتھ ہر لمحہ ہمیشہ یاد رہے گا۔" رائد نے اس کے ہاتھ اپنے سینے پر رکھا۔

"یہیں، تمہارے ساتھ، یہیں میری دنیا مکمل ہے، منیزہ۔"

اس لمحے، رائد کے لیے باقی سب کچھ پس منظر بن گیا۔

Clubb of Quality Content

ہر خیال، ہر پریشانی، ہر آواز سب دھندلا گیا، رائد کو بس منیزہ کی موجودگی، اس کی ہنسی، اس کی روشنی، اور اس کا ہونا ہی نظر آرہا تھا۔

محبت کی شدت میں ہر لمحہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ انسان اپنی ہر چیز کا ہوش کھو دیتا ہے، بس محبوب موجود رہتا ہے۔

تخت بھی خاموش ہو جاتا ہے جب وہ ساتھ بیٹھتے تھے

شاہ کی دنیا ملکہ کی ایک مسکراہٹ میں سمٹ جاتی تھی

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

ایرانی سورج کی نرم روشنی منیزہ کے چہرے پر پڑتی اس کی مسکان کو مزید روشن کر رہی تھی۔

یہ اس کی پہلی عید تھی رائد کے ساتھ، اور وہ پوری تیاری میں مصروف تھی۔ اس کا لباس

ایرانی روایتی انداز میں تھا، ہلکے سنہری اور کریمی رنگ کے کپڑے، نرم ریشمی دوپٹہ کندھے پر بہہ رہا تھا، اور ہر چھوٹا جھلملاتا دھاگہ اس کی شخصیت میں چار چاند لگا رہا تھا۔

منیزہ کے جسم سے خوشبو رائد کے دل میں اتر رہی تھی، ہر سانس، ہر حرکت اسے اور قریب لے آ رہی تھی۔ رائد خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا، دل میں ایک عجیب خوشی اور محبت کا احساس تھا۔

منیزہ نے ہلکی مسکان کے ساتھ رائد کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

یہ دیکھو، عید کا پہلا سلام، اور یہ خوشبو بھی تمہارے لیے۔" رائد نے آہستہ سے اس کے" مہندی سے سجے ہاتھ کو اٹھایا، نرم ہونٹوں سے چُوم لیا۔ منیزہ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی، اور اس کی آنکھوں میں خوشی اور حیرت کے ملا جلا اثر تھا۔

یہ ہاتھ، یہ خوشبو، اور آپ کی ہر مسکان۔۔۔ سب کچھ میرے لیے قیمتی ہے، بیگم صاحبہ۔"""
اس کے احترام پر وہ کھل اٹھی تھی۔

اور یہ لمحہ، رائد صاحب، ہمیشہ دل میں محفوظ رہے گا۔" منیزہ نے ہلکی ہنسی کے ساتھ جواب "دیا۔

اچھا جناب۔۔۔ عید ہے، میری عیدی کہاں ہے؟" منیزہ نے شرارت بھری نگاہوں سے "رائد کی طرف دیکھا۔

رائد نے مصنوعی سنجیدگی سے جیبیں ٹٹولیں، پھر مسکرایا۔

عیدی؟ تم تو دل ہی لے چکی ہو، اب اور کیا باقی ہے؟" منیزہ نے فوراً اس کا بٹوہ اٹھالیا اور "ہنستے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹی۔

"بس پھر یہی عیدی!"

رائد ایک لمحے کو چونکا، پھر ہنسی دبائے اس کے قریب آیا۔ آہستہ سے اس کے بالوں کی ایک لٹ کان کے پیچھے ہٹاتے ہوئے نرم آواز میں کہنے لگا۔

جو کچھ بھی رائد سے جڑا ہے، اس پر آپ کا ہی حق ہے جناب۔۔۔ صرف آپ کا بیگم۔" پھر

۔ذرا جھک کر محبت بھرے لہجے میں بولا

"۔مسز منیزہ رائد، یہ بٹوہ بھی، یہ دل بھی، اور یہ پوری زندگی بھی"

منیزہ کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں، چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا، مگر ہونٹوں پر مسکراہٹ

۔رک نہ سکی

۔وہ لمحہ عیدی سے کہیں بڑھ کر تھا

۔یہ اعتماد، محبت اور ہمیشہ کے ساتھ کا وعدہ تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرے میں نرم روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ کھلی کھڑکی سے ہلکی ہوا پردوں کو آہستہ آہستہ ہلا رہی

تھی۔ فرش پر بیگ کھلے پڑے تھے، کپڑے تہہ ہو رہے تھے، اور منیزہ خاموشی سے اپنا

سامان ترتیب دے رہی تھی۔ ہر کپڑے کے ساتھ جیسے وہ اپنے شہر، اپنی گلیوں، اپنی یادوں کو

۔بھی آہستہ آہستہ سمیٹ رہی تھی

رائد غسل کے بعد نم بالوں کے ساتھ باہر آیا۔ تولیے سے بال خشک کرتے ہوئے وہ چند لمحے رکا، سامنے منیزہ کو دیکھا۔ جھکی پلکیں، خاموش آنکھیں، مگر دل میں ایک پورا طوفان تھا۔ وہ آہستہ قدموں سے اس کے پیچھے آیا اور پیچھے سے بانہوں میں بھر لیا۔

منیزہ چونکی نہیں۔ شیشے میں رائد کا عکس دیکھتے ہی اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"شکریہ رائد، میرے ساتھ یہ سفر کرنے کے لیے، مجھے اتنے خوبصورت جادو دکھانے کے لیے، اور نکاح کے دن کیے گئے ہر وعدے کو نبھانے کے لیے۔"

چند لمحے خاموشی رہی۔ صرف سانسوں کی آواز تھی۔ پھر منیزہ نے آہستہ آہستہ وہی لفظ کہے جن میں اس کا دل بسا تھا۔

"یہ جگہیں بھی خوبصورت ہیں، مگر تمہارے ساتھ ہوں تو ہر منظر جادو سا لگتا ہے۔"

رائد نے اس کے ہاتھوں کو مضبوطی سے تھاما، شیشے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہارے ساتھ ہر لمحہ سفر، ہر نظر۔۔۔ میری زندگی کا سب سے حسین تحفہ ہے۔"

۔منیزہ کی آواز بھر آئی

"۔رائد، تمہاری موجودگی سے یہ جگہیں زندہ ہو گئی ہیں"

۔رائد نے اس کے ماتھے پر اپنی پیشانی ٹکا دی

"۔تم ہو تو ہر منظر، ہر لمحہ مکمل ہے۔میری دنیا تم سے شروع ہوتی ہے اور تم پر ختم ہوتی ہے"

۔پھر اس نے اسے آہستہ سے اپنے رخ پر موڑا، آنکھوں میں مستقبل کے خواب سجے تھے

اب ہم اپنے نئے گھر چلیں گے، بیگم وہ گھر جو ہمارا آشیانہ ہو گا، جہاں ہم اپنی چھوٹی سی دنیا"
،بسائیں گے

۔جہاں ہر دیوار ہماری ہنسی سنبھالے گی، اور ہر کونا ہماری محبت کا گواہ ہو گا

۔۔۔اور میں وعدہ کرتا ہوں

ہر چھٹی میں تمہیں دنیا کی خوبصورت جگہیں دکھاؤں گا۔ایک اچھا مرد صرف نکاح نہیں
کرتا، وہ اپنے وعدوں کی حفاظت بھی کرتا ہے۔اور رائد جانتا ہے کہ اپنے وعدے کیسے نبھائے
۔جاتے ہیں۔"منیزہ کی آنکھیں نم ہو گئیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

۔مجھے اپنے گھر سے دوری کا ڈر ہے۔" رائذ نے نرمی سے اس کا چہرہ تھاما اور مسکرایا"

"۔اداس مت ہو۔۔آج ہم خوشی خوشی پرواز کریں گے۔تم جہاں ہو، وہی میرا گھر ہے"

اس نے محبت سے منیزہ کے ماتھے پر بوسہ دیا، چند لمحے بعد اسے خود سے جدا کیا مگر ہاتھ اب

۔بھی مضبوطی سے تھاما ہوا تھا

جیسے دو دل ایک نئی زندگی کی دہلیز پر قدم رکھنے کو تیار ہوں۔ایک نیا وطن، ایک نیا گھر، اور

۔ایک ہمیشہ ساتھ نبھانے کا وعدہ تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

تعز کی رات ایک چاندنی ساڑھی اوڑھے پہاڑوں پر اتر رہی تھی۔شہر کے بجلی کے کھمبے مردہ

کھڑے تھے، مگر آسمان جگمگا رہا تھا۔اسکول کی چھت پر، جہاں دن میں وہ کتابیں ترتیب دیتے

تھے، آج قہوے کے بجائے بس خاموشی رکھی تھی۔رائذ ایک پرانی کرسی پر بیٹھا، ہاتھ میں

قرآن تھامے کسی آیت پر ٹھہرا ہوا تھا۔منیزہ آئی، اس کے دوپٹے میں ہوا الجھ رہی تھی۔اس

۔نے خاموشی سے رائذ کے سامنے ایک کپ رکھ دیا

۔کبھی لگتا ہے یہ شہر صرف چاندنی میں زندہ ہوتا ہے۔"منیزہ بولی "

چاندنی اندھیرے کو خوبصورت دکھادیتی ہے لیکن اندھیرا پھر بھی اندھیرا ہی رہتا ہے۔"""

۔رائد کے چہرے پر ہلکی مسکراہٹ آئی

،منیزہ نے چند لمحے اسے دیکھا

اور تم؟ تم بھی اندھیرے کو خوبصورت بنانے آئے ہو یا ختم کرنے ؟"رائد نے قرآن بند کیا"

۔اور سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھا

میں اندھیرے کو ختم نہیں کر سکتا مگر تمہارے ساتھ چلوں تو شاید روشنی تھوڑی دور تک جا"

"۔سکے

ہوا کے جھونکے نے ان کے درمیان رکھے کپ سے بھاپ کو آسمان کی طرف اڑادیا۔وہ

۔دونوں چند لمحے کچھ نہ بولے۔ منیزہ نے نظریں جھکالیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"؟یہ جو تم نے کہا۔۔۔یہ انقلاب کا حصہ ہے یا"

رائذ نے آہستہ سے کہا، "دونوں کیونکہ تمہارے ساتھ چلنا بھی ایک طرح کا انقلاب ہے۔"

۔چاند بادلوں کے پیچھے چھپ گیا، جیسے ان کی بات سن کر شرما گیا تھا

چند لمحے وہ خاموش بیٹھے، صرف دور سے آتی ہوا میں جھومتے درختوں کی سرسراہٹ سنائی

۔دیتی رہی۔ پھر منیزہ نے دھیرے سے بولی

رائذ، تمہیں کبھی لگتا ہے کہ ہم بس ایک ٹوٹے ہوئے قافلے کے مسافر ہیں؟ جیسے امت کا"

"؟کارواں کہیں راستے میں گم ہو گیا ہو

،رائذ نے قہوہ کا ایک گھونٹ لیا اور آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بولا

کارواں گم نہیں ہوا۔۔۔ ہم نے خود اپنے نقشِ قدم مٹا دیے۔ کبھی قرآن ہمارا آئینہ تھا، آج"

ہم اس پر گرد جمی تصویروں کو پوجتے ہیں۔ کبھی ہم مسجدوں سے علم بانٹتے تھے، آج مسجد کے

"؟دروازے پر سوالیہ نشان لٹکا ہوا ہے، کیا یہاں ایمان زندہ ہے یا صرف رسم باقی ہے

لیکن یہ سب بدلا کیسے جائے؟ ہر جگہ فرقہ، سیاست، مفاد۔۔۔ لوگ لڑنے کے بجائے"

۔تھک گئے ہیں۔" منیزہ پریشان تھی

اسلام میں انقلاب تلوار سے نہیں، کردار سے شروع ہوتا ہے۔ بدر کی جیت تلوار کی دھار" سے نہیں، ایمان کی پختگی سے ہوئی تھی۔ آج ہم دشمن کو صرف ہتھیار سے ہرانا چاہتے ہیں، ۔اور بھول گئے ہیں کہ ایمان کا زنگ دل میں لگتا ہے، ہتھیار میں نہیں۔"رائد پُر امید تھا

،چند لمحے بعد منیزہ نے آہستہ سے پوچھا

تمہارا یہ یقین۔۔۔ یہ کہاں سے آیا؟"رائد نے ایک لمحے کو نظریں جھکا لیں، جیسے کوئی پرانا" ،زخم چھپانا چاہتا تھا۔ پھر دھیرے سے بولا

جب میں عراق میں تھا۔۔۔میں نے ایک مسجد کے ملبے تلے ایک بچی کو دیکھا۔ وہ سانس" لے رہی تھی، مگر اس کا پورا خاندان مٹی میں دفن ہو چکا تھا۔ میں نے اسے نکالا، پانی پلایا۔ اس نے کہا، "انکل، میرے ابو کہتے تھے کہ اللہ ہم سے راضی ہے۔ کیا وہ اب بھی راضی ہیں؟" میں اس وقت کچھ نہ کہہ سکا۔ تب سمجھ آیا کہ اصل جنگ ظالم سے نہیں، ہماری اپنی کمزوری ۔سے ہے۔"منیزہ کی آنکھوں میں نمی آگئی۔ رائد نے اسے گرد بازوں پھیلائے تھے

،اور وہ بچی؟"رائد کی آواز مدھم ہو گئی"

وہ چند دن بعد چلی گئی۔ لیکن اس کا سوال آج تک میرے کانوں میں گونجتا ہے۔اسی دن "
میں نے قسم کھائی کہ میں ایک ایسی نسل تیار کروں گا جو یہ صرف سوال نہ پوچھے، بلکہ دنیا کو
جواب دے۔" ہوا کا ایک جھونکا آیا، پہاڑوں نے ان کی بات سن لی تھی۔ دور کہیں اذانِ فجر
۔کی ہلکی سی آواز گونجی تھی

امت کو جگانے کے لیے شور نہیں، بیدار دل چاہییں اور وہ دل کتابوں اور قربانی سے بنتے"
۔ہیں۔" منیزہ نے آسمان کی طرف دیکھا

"؟تو پھر ہم کل سے شروع کرتے ہیں"

۔بنیاد آج رکھ دی ہے۔" رائد مسکرایا"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اذان ختم ہوئی تو صحن میں ایک سنہری سکوت اتر آیا۔ دور سے آتی ہوا میں مٹی اور چنبیلی کی
خوشبو ملی ہوئی تھی۔ صحن کی ٹھنڈی اینٹیں پاؤں کے نیچے دل کو بھی ٹھنڈک دے رہی
تھیں۔ چراغ کی لرزتی لو دیوار پر ہلکے ہلکے سائے بناتی تھی، اور دونوں ان لمحوں میں ایسے بیٹھے
۔تھے جیسے وقت تھم گیا تھا

،منیزہ نے دھیرے سے کہا، آواز میں برسوں کی تھکن اور چھپی ہوئی پکار تھی

"۔میں ہمیشہ دعا کرتی رہی کہ میرا دل پرسکون ہو جائے مگر کبھی قبول نہیں ہوئی"

۔رائد نے ایک گہری سانس لی، جیسے کوئی پرانی بات یاد آ گئی ہو

شاید اس لیے کہ سکون مانگا نہیں جاتا۔۔۔ دیا جاتا ہے۔اور اکثر یہ سب سے مشکل وقت" میں ملتا ہے، جب آپ سمجھتے ہو کہ اب کچھ باقی نہیں رہا۔" منیزہ نے اس کی بات پر نظریں ۔جھکا لیں، پھر ہلکی سی مسکراہٹ لبوں پر آئی، مگر آنکھوں میں نمی بھی تھی

لیکن کیوں۔۔۔سکون تک پہنچنے کے لیے دکھ اور آزمائش سے گزرنا ضروری ہے؟"رائد" ۔نے دور آسمان کی طرف دیکھا، جہاں ہلکی سی چاندنی بادلوں سے جھانک رہی تھی

کیونکہ خوشی شکر سکھاتی ہے، مگر دکھ صبر سکھاتا ہے۔اور صبر کے بغیر سکون کا ذائقہ نہیں" آتا۔زندگی میں اللہ ہمیں اس چیز سے روکتا ہے جو ہم چاہتے ہیں تاکہ ہمیں وہ دے سکے جو "۔ہمیں چاہیے

۔ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا آیا، منیزہ کے دوپٹے کا کنارہ رائد کے ہاتھ سے چھلک گیا

۔رائد نے نرمی سے اس کے پلو کو تھام لیا اور کھیلتے کھیلتے اسے اپنے ہاتھوں میں مڑتے دیکھا
دونوں نے کچھ نہیں کہا، مگر اس خاموش لمحے میں ایک عجیب سا اعتماد تھا۔وہ ایک دوسرے
کی چھپی ہوئی دعاؤں کا جواب تھے،ان کا رشتہ ایک خاموشی میں جڑی محبت کی زبان تھا۔
پسندیدہ انسان کے ساتھ بیٹھ جانے سے آدھے غم خود بخود ہلکے ہو جاتے ہیں۔ منیزہ نے
آسمان کی طرف دیکھا اور دل ہی دل میں سوچا، کچھ دعائیں سجدے میں نہیں بلکہ کسی کے
۔ساتھ بیٹھ کر آزمائش کی کہانی سننے سے پوری ہو جاتی ہیں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بارش کے بعد کی رات تھی۔ صحن میں بارش کا پانی جمع ہو کر چھوٹے چھوٹے آئینے بنا رہا تھا،
جن میں آسمان کے ٹوٹے بادل اور چاند کے ٹکڑے جھلک رہے تھے۔ارد گرد کی گلیاں
خاموش تھیں، بس کہیں دور سے ایک کتے کے بھونکنے کی آواز آتی،اور پھر سب دوبارہ
۔ساکت ہو جاتا تھا

رائد اور منیزہ چبوترے پر بیٹھے تھے۔ان کے بیچ میں چائے کے دو چھوٹے کپ تھے، جن سے ہلکی بھاپ نکل رہی تھی۔

"یہ دنیا ناانصافی سے بھری ہے۔۔۔ فلسطین، شام، یمن اور اب میں یہاں تعز میں ہوں۔ ہر جگہ خون، اور پھر لوگ کہہ دیتے ہیں، یہ سب مقدر ہے۔" منیزہ آہستگی سے بولی۔

رائد نے ایک لمحے کو کپ سے نظر ہٹائے بغیر جواب دیا،

"مقدر بہانہ نہیں، امتحان ہے۔اور ظلم، چاہے کسی پر بھی ہو۔ایک دن پلٹ کر ظالم کو ڈھونڈ لیتا ہے۔اللہ کی زمین پر خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا، چاہے انسانوں کی عدالت خاموش رہے۔" منیزہ نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا، پہلی بار اس کے اندر کی تھکن اور زخم پڑھ رہی تھی۔

"تم نے بھی بہت کچھ دیکھا ہے، ناں؟"

"کچھ زخم بھر جاتے ہیں، کچھ یاد بن جاتے ہیں۔زندگی نہ رکتی ہے دکھ پر، نہ محبت پر بس آگے بڑھتی رہتی ہے۔" رائد نے ہلکی سی مسکراہٹ دی، مگر آنکھوں میں پرانی لڑائیوں کے دھندلے عکس تھے۔

۔ایک ٹوٹی چھت کے نیچے، ایک ماں مٹی کے چولہے پر پانی گرم کر رہی تھی

۔کوئی روٹی نہیں تھی۔بس ایک پیالی پانی اور چند کھجوریں تھیں

۔امی۔۔۔آج بھی روزہ رکھیں گے ؟"چھوٹا بچہ آنکھیں ملتے ہوئے پوچھ رہا تھا"

۔ماں نے مسکرا کر ایک کھجور توڑی، تین حصے کیے

"۔بیٹا،اللہ نے نیت کو پیٹ سے بڑا رکھا ہے"

۔پھر منظر بدلا تھا۔دور کہیں دھماکے کی آواز آئی مگر کمرے میں صرف دعا تھی

۔یااللہ۔۔۔ہمیں آج بھی صبر والوں میں لکھ لینا۔"بچے نے پانی کا ایک ایک گھونٹ لیا"

۔اور یوں جنگ کے بیچ ایک اور روزہ شروع ہو گیا تھا

۔اذان ہونے ہی والی تھی کہ فضا لرز اٹھی، دھماکا ہوا تھا

۔لوگ سجدے میں گر گئے

یارب۔۔۔جان بچالے، روزہ قبول کر لے۔"اذان کی آواز دھماکوں کے شور میں بھی نہ "

۔رکی۔ماں نے آنسوؤں کے ساتھ روٹی توڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"۔ہم جنگ سے پہلے افطار نہیں کرتے۔۔۔ہم دعا سے کرتے ہیں"

نیا منظر دھندلا یا تھا۔رات کے آخری پہر، تعز کی گلیاں قبروں کی طرح خاموش تھیں۔

۔صرف کہیں کہیں چراغ جل رہے تھے

۔ماں اپنے بیٹے کو جگا رہی تھی

"۔میرے چاندا ٹھو۔۔۔شاید کل یہ وقت نہ ملے"

۔جنت میں بھی روزہ ہو گا؟" بچے نے دھیمی آواز میں پوچھا"

وہاں بھوک نہیں ہو گی۔۔۔صرف سکون ہو گا۔"ماں نے مسکرا کر کہتے دونوں ہاتھ "

۔اٹھائے۔اوپر آسمان گواہ تھا

دکھ انسان کو دو راستے دیتا ہے۔۔۔یا تو وہ ٹوٹ جائے، یا وہ اپنے زخموں کو ڈھال بنا لے۔"

میں نے ڈھال بنانا سیکھا اور یہ ڈھال صرف میرے لیے نہیں، دوسروں کے لیے بھی

"۔تھی

۔ہوا کا جھونکا آیا، بارش کی خوشبو کے ساتھ مٹی کا کچا لمس فضا میں بھر گیا

،منیزہ نے گہری سانس لی

"؟لیکن تمہیں غصہ نہیں آتا؟ جب تم دیکھتے ہو کہ ظالم اب بھی تخت پر بیٹھے ہیں"

،رائد نے چائے کا ایک گھونٹ لیا، اور نرم لہجے میں بولا

آتا ہے۔۔۔ لیکن میں نے سیکھا کہ بعض اوقات سب سے بڑا بدلہ یہ ہے کہ تم وہ کردار"
زندہ رکھو جس کو وہ مار دینا چاہتے ہیں۔ ایمان کو، محبت کو، عدل کو۔۔۔ یہی اصل انقلاب
۔ہے۔" چند لمحے خاموشی چھائی رہی۔ بارش کی ہلکی ٹپ ٹپ ان کی باتوں کی گواہ تھی

شاید اسی لیے تمہارے پاس بیٹھ کر۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ دنیا کا شور تھم جاتا ہے۔" منیزہ نے"
۔دھیرے سے کہتے سر اس کے کندھے پر رکھ دیا

شاید اس لیے کہ شور کم نہیں ہوا۔۔۔ تم نے سننا سیکھ لیا ہے۔" رائد نے اس کی طرف"
محبت سے دیکھتے اپنی چادر اس کے گرد لپیٹ کر اسے خود سے قریب کر لیا تھا۔ دونوں نے

ناول کلب
Clubb of Quality Content

آسمان کی طرف دیکھا، جہاں بادل کے بیچ سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔امید بھی ظلم کے اندھیروں میں اپنی جگہ بنالیتی تھی۔

صبح کا وقت تھا۔تعز کی گلیوں پر ہلکی ہلکی دھوپ بکھری تھی، سورج نے رات بھر کی تھکن اتار کر آہستہ آہستہ سانس لینا شروع کیا تھا۔گلی کے کونے پر پرانی مٹی کی دیواروں سے ٹیک لگائے چند بچے کھیل رہے تھے، دور سے مرغ کی بانگ آرہی تھی، اور ہوا میں چائے اور تازہ روٹی کی خوشبو گھل رہی تھی۔

صحن کے ایک کونے میں، ایک چھوٹی سی لکڑی کی میز پر منیزہ بیٹھی تھی۔اس کے بالوں کی چند لٹیں دھوپ کی کرنوں میں سنہری سی چمک رہی تھیں۔سامنے سفید کاغذوں کا ڈھیر تھا، جن پر مہینوں کی محنت، آنسو، دعائیں اور زخموں کے نشان درج تھے۔ قلم کی سیاہی اب آخری صفحے پر بہہ رہی تھی۔

اس نے ہر لفظ سوچ سمجھ کر لکھا، وہ صرف کاغذ پر نہیں، بلکہ وقت کے سینے پر کندہ کر رہی تھی۔اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں وہ گہرائی تھی جو صرف امتحانوں سے گزرنے والوں کی نظر میں آتی تھی۔

صفے کے سرورق پر سنہری روشنائی سے لکھا تھا۔

"خیزش، کردار کا خاموش انقلاب"

یہ صرف ایک کتاب نہیں تھی، یہ اس کے سفر کا اعلان تھا۔وہ سفر جس میں اس نے خود کو ٹوٹنے سے بچایا، دوسروں کو سنبھالا، اور وہ سب دیکھا جو عام زندگی کے راستوں پر نظر نہیں آتا۔

رائد آہستہ آہستہ کچن سے نکل کر اس کے پاس آیا۔ہاتھ میں دو کپ چائے، اور چہرے پر وہ سکون جو کسی گھر کی صبح کو مکمل بنا دیتا تھا۔اس نے ایک کپ اس کے سامنے رکھا اور دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔دونوں کے بیچ اب وہ خاموشی نہیں تھی جو اجنبیوں میں ہوتی ہے، بلکہ وہ سکون تھا جو رشتے میں دھڑکن کی طرح سانس لیتا تھا۔

ہو گئی مکمل؟"رائد نے دھیرے سے پوچھا۔ منیزہ نے قلم میز پر رکھتے ہوئے کہا،"

"ہاں۔۔۔یہ آخری جملہ تھا۔"

یہ صرف جملہ نہیں، یہ روشنی ہے۔"رائد کی آواز میں نرمی اور فخر دونوں شامل تھے۔"

منیزہ نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا،

روشنی ہمیشہ رہتی ہے، چاہے اندھیرا کتنا بھی گہرا ہو۔۔۔بس کسی کو ہمت کر کے چراغ جلانا"

ہوتا ہے۔"

دونوں کے درمیان ایک خاموش لمحہ گزرا۔ایسا لمحہ جس میں لفظوں کی ضرورت نہیں ہوتی، صرف دھڑکن اور نظریں ایک دوسرے کا حال بتا دیتی تھیں۔اسی لمحے دروازے پر آہستہ سی دستک ہوئی۔ منیزہ اٹھی اور دروازہ کھولا۔سامنے ایک کمزور سی بوڑھی عورت کھڑی تھی، جس کے چہرے پر تھکن اور فکر کی لکیریں واضح تھیں۔اس کے ساتھ ایک ننھی سی معذور پوتی تھی، جو پھٹے پرانے کپڑوں میں سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ عورت کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔دواؤں کی فہرست،اور آنکھوں میں ایک صدی کا انتظار تھا۔

بیٹی۔۔۔کوئی ہے جو مجھے اسپتال تک لے جائے؟"اس کی آواز میں وہ تھکن تھی جو کئی "دروازے کھٹکھٹانے کے بعد آتی تھی۔ منیزہ نے ایک پل کے لیے کاغذ دیکھا، پھر اس عورت کے ہاتھوں کی لرزاہٹ اور پھر رائد کی طرف۔اس لمحے اسے احساس ہوا کہ اس کی "خیزش" ۔کا مطلب صرف الفاظ نہیں، بلکہ قدموں سے اٹھنے والا عمل بھی تھا

"۔اس نے دھیرے سے کہا، "چلیے، میں آپ کو خود لے چلتی ہوں

۔بوڑھی عورت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، مگر وہ مسکرائی

اللہ تمہیں خوش رکھے، بیٹی۔"وہ تینوں صحن سے نکلنے لگے۔چلتے چلتے رائد نے جیب میں" ۔ہاتھ ڈالا، اور ایک چھوٹا سی لکڑی کی تسبیح نکال کر منیزہ کی طرف بڑھائی

"۔یہ تمہارے لیے ہے"

،منیزہ نے حیرت سے پوچھا، "یہ؟"رائد کی آواز میں ایک گہری سنجیدگی اتر آئی

"یہ میرے والد کی تھی۔ جب بھی ہاتھ میں رکھتا ہوں، یاد آتا ہے کہ ہر دانہ ایک دعا ہے اور ہر دعا ایک ذمہ داری۔"

منیزہ نے دونوں ہاتھوں سے تسبیح تھام لی۔ اس کی انگلیاں دانوں پر پھسلنے لگیں، وہ ہر دعا کو محسوس کر رہی تھی۔ تسبیح منیزہ کے ہاتھ میں تھی، مگر وزن اس کے دل پر اتر رہا تھا۔ ہر دانہ اس کی اُنگلی سے گزرتا تو یوں لگتا جیسے کوئی پُرانی قربانی، کوئی خاموش صبر، یا کسی ان دیکھے زخم کی دھڑکن اس میں محفوظ ہو۔ لکڑی کے ریشوں میں وقت کی دھندلی گواہی چھپی تھی۔ جیسے یہ دانے جانتے ہوں کہ دعا صرف الفاظ نہیں، بلکہ ان لمحوں کا حساب ہے جب انسان اپنی ذات کو روک کر دوسروں کے لیے جیتا تھا۔ رائد کے والد کے ہاتھوں کی گرمی اور ان کے خوابوں کا بوجھ اس میں سمٹ آیا تھا۔ منیزہ نے محسوس کیا کہ یہ تسبیح عبادت کا ذریعہ کم، اور ایک عہد زیادہ ہے۔ یہ یاد دہانی کہ "خیز ش" کے راستے میں سب سے بڑی قربانی اپنی خواہشات کو پیچھے چھوڑ دینا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایک لمحے کے لیے رُکی، اور رائد کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہاں کوئی نعرہ، کوئی خطبہ نہیں تھا۔ بس ایک خاموش عہد، کہ یہ سفر ساتھ چلے گا، چاہے راستے کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔

دھوپ گلیوں میں اور پھیل گئی۔ کہیں دور بچے ہنسنے لگے۔ اور منیزہ کو لگا، شاید "خیزش" کا پہلا دن آج سے شروع ہوا تھا

خیزش صرف ایک آواز نہیں جو گلیوں میں گونجتی ہے

یہ وہ دعا ہے جو دل میں جاگتی ہے

وہ قدم ہے جو کسی کمزور کے ساتھ چلتا ہے

وہ ہاتھ ہے جو گرنے سے پہلے تھام لیتا ہے

انقلاب اس دن آتا ہے، جب ہم لفظ لکھنے سے پہلے

خود اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھال لیتے ہیں

اور اس دن سے، ہر دل ایک مشعل بن جاتا ہے۔

منیزہ اور رائد کی زندگی تعز میں جاری تھی، مگر اب وہ چھوٹے چھوٹے لمحوں میں انقلاب پیدا کر رہے تھے۔ صبح کے وقت رائد ایک پرانے درخت کے نیچے بیٹھا، بچوں کو کتابیں پڑھا رہا تھا، جبکہ منیزہ اپنے تحقیقی نوٹ میں نئے خیالات درج کر رہی تھی۔

روزانہ کی چھوٹی چھوٹی حرکتیں، کسی کے لیے کھڑکی کھولنا، کسی کی مدد کرنا، کسی بچے کو کہانی سنانا۔ یہ سب ان کی خاموش بغاوت کا حصہ تھیں۔ تعز کے لوگ شاید انہیں محسوس نہ کر پاتے، مگر شہر کی فضاؤں میں یہ اثرات آہستہ آہستہ گونج رہے تھے۔

ایک دن شام کو، دونوں گلی کے کنارے پر کھڑے تھے۔ ہوا میں بارش کی خوشبو اور مٹی کی خوشبو تھی، اور دھوپ کے آخری شعاعیں آہستہ آہستہ ہلکی روشنی میں بدل رہی تھیں۔

سوچتی ہوں کہ دعا واقعی کسی انسان میں بھی پوری ہو سکتی ہے۔" منیزہ نے رائد کی طرف" دیکھا، اور مسکرائی۔

دعا وہ ہے جو عمل میں بدل جائے۔اور تم نے یہ عمل خود شروع کر دیا ہے۔"رائد نے نرمی سے اسے دیکھا۔

ان کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں، لمبی، خاموش،اور گہری۔الفاظ کی ضرورت ہی نہیں تھی، کیونکہ ہر احساس، ہر لمس، ہر دعا نے خود اپنی کہانی بیان کر دی تھی۔

"دعا تو ہر قبول ہوتی ہے، مگر وہ اُسی لمحے رنگ لاتی ہے جب وقت اور دل دونوں ایک ساتھ پکار رہے ہوں۔"

تعز کے خاموش بازاروں میں، گلیوں کے ڈھول میں،اور چھوٹے چھوٹے عملوں میں، وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ،اور اپنی دنیا کے ساتھ جڑے ہوئے تھے۔ان کا ساتھ،ان کی قربانی،اور ان کا خاموش انقلاب، زندگی کے ہر لمحے میں ایک روشنی کی طرح پھیل رہا تھا۔

دعا کبھی رد نہیں ہوتی، بس وہ اُس وقت پوری ہوتی ہے جب رب جان لے کہ تم تیار ہو اُسے سنبھالنے کے لیے اور انقلاب وہی آتا ہے جو کردار سے آئے۔امت روایات میں کھو گئی، لیکن ہر شخص اگر اپنی خاموشی کو عمل میں بدلے تو وقت قریب ہے، جب تخت گرائے جائیں گے،اور تاج اچھالے جائیں گے۔

ٹھیک ہے، میں نے پورا منظر وہی رکھا ہے، صرف ماہین کی جگہ منیزہ کر دیا ہے:

کمرے میں ہلکی سی روشنی تھی اور باہر رات غیر معمولی حد تک خاموش لگ رہی تھی۔ رائد نے ٹی وی کی آواز تھوڑی بڑھا دی۔ اسکرین پر ایک کے بعد ایک بریکنگ نیوز چل رہی تھی۔ ایران کے مختلف شہروں کی ویڈیوز دکھائی جا رہی تھیں، کہیں دھواں اٹھ رہا تھا، کہیں لوگ سڑکوں پر جمع تھے، اور ہر طرف ایک ہی خبر گونج رہی تھی کہ ملک کے سپریم لیڈر علی خامنہ ای ایک بڑے حملے کے بعد شہید ہو گئے ہیں۔

منیزہ کے ہاتھ میں رکھا کپ ہلکا سا کانپ گیا۔ اس نے خاموشی سے ٹی وی کی طرف دیکھا، جیسے وہ یقین اور خوف کے درمیان کہیں کھڑی ہو۔

"یہ سب... اتنی تیزی سے کیسے بدل گیا؟" اس کی آواز مدھم تھی۔

ٹی وی اسکرین پر رپورٹر کی آواز گونج رہی تھی:

"ملک بھر میں سوگ اور بے چینی کی فضا ہے... لوگ مساجد میں جمع ہو رہے ہیں، دعائیں مانگ رہے ہیں..."

باہر سے کہیں دور سائرن کی آواز آئی۔ کمرے کی فضا مزید بھاری ہو گئی۔

رائد نے آہستہ سے ریموٹ میز پر رکھا اور کھڑکی کی طرف دیکھا، جیسے آسمان سے کوئی جواب ڈھونڈ رہا ہو۔

منیزہ نے دھیمی آواز میں کہا،

"مجھے یاد ہے... میں نے کبھی ایک بیان سنا تھا... جب ڈاکٹر اسرار احمد کہہ رہے تھے کہ مشرقِ وسطیٰ کے حالات ایک دن بڑی جنگ کی طرف جا سکتے ہیں۔ اس وقت یہ صرف بات لگتی تھی... مگر آج..."

اس کی بات ادھوری رہ گئی۔

ٹی وی پر اب جنازوں کے مناظر، روتے ہوئے لوگ، اور جلتی ہوئی عمارتوں کی جھلکیاں دکھائی جا رہی تھیں۔

منیزہ کی آنکھوں میں نمی آ گئی۔

"رائد... لوگ رمضان میں بھی اسی خوف کے ساتھ جاگیں گے؟ سحری بھی ایسے ہی ہو گی؟"

رائد نے اس کے قریب آ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔اس کی گرفت مضبوط تھی، مگر آواز نرم۔

"جنگ ہمیشہ سرحدوں پر نہیں ہوتی، منیزہ... کبھی کبھی یہ دلوں کے اندر بھی اتر آتی ہے۔ مگر جو لوگ اندھیرے میں بھی امید تھام لیتے ہیں...وہی اصل فاتح ہوتے ہیں۔"

ٹی وی اسکرین پر خبریں مسلسل بدل رہی تھیں۔ کہیں ایران کے شہروں کے مناظر، کہیں جنازوں کی جھلک،اور کہیں تجزیہ کاروں کی سنجیدہ آوازیں۔ کمرے کی خاموشی میں ایک عجیب بوجھ تھا۔ٹی وی کی روشنی دونوں کے چہروں پر پڑ رہی تھی۔ایک طرف دنیا بدل رہی تھی،اور دوسری طرف وہ دونوں خاموش کھڑے تھے۔

Clubb of Quality Content

منیزہ نے دھیرے سے کہا،

"رائد...سب خاموش کیوں ہیں؟اتنا بڑا واقعہ ہو گیا... مگر دوسرے مسلم ممالک کے رہنما بس بیانات تک محدود ہیں۔"

رائد نے گہری سانس لی اور اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے بولا،

"شاید اسی لیے امت کمزور لگنے لگی ہے۔جب ایک جگہ آگ لگتی ہے تو باقی ہاتھ پانی لے کر نہیں آتے... صرف دور کھڑے دیکھتے رہتے ہیں۔"

ٹی وی پر ایک اور خبر چلنے لگی جس میں خطے کے تنازعات کا ذکر تھا۔

رائد نے آہستہ سے کہا،

"دیکھو... کبھی پاکستان اور افغانستان کے درمیان کشیدگی کی خبریں، کبھی دوسرے ممالک کے آپس کے اختلافات۔ حالانکہ اصل دشمن تو سامنے کھڑا ہے... اسرائیل کے ساتھ جنگ کی باتیں کی جاتی تھیں، مگر امت خود ہی بکھر گئی۔"

منیزہ کی آنکھوں میں درد جھلکنے لگا۔

"کبھی لگتا ہے جیسے پوری امت خطرے میں ہے... اور سب اپنی اپنی جنگوں میں الجھے ہوئے ہیں۔"

Clubb of Quality Content!

کمرے میں چند لمحے مکمل خاموشی رہی۔

ٹی وی کی روشنی دونوں کے چہروں پر پڑ رہی تھی، اور باہر رات اور بھی گہری ہو چکی تھی۔

رائد نے آہستہ سے کہا،

"شاید اسی لیے لوگ ایران کو امید کی طرح دیکھتے تھے... کہ کوئی تو کھڑا ہے جو آواز بلند کر رہا ہے۔ مگر اب حالات اور بھی پیچیدہ ہو گئے ہیں۔"

منیزہ نے سر جھکا لیا۔

"پھر بھی... امید ختم نہیں ہونی چاہیے، ہے نا؟"

رائڈ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں۔ جب تک کچھ لوگ سچ، انصاف اور امت کے لیے دعا کرتے رہیں گے... امید زندہ رہے گی۔"

باہر آسمان پر بادل گھرے تھے، اور ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری دنیا ایک نازک موڑ پر کھڑی ہو ——

جہاں جنگ بھی تھی، خوف بھی،

اور پھر بھی کہیں نہ کہیں امید کا چراغ جل رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی۔ دنیا کے کچھ کونے آج بھی آزمائشوں میں گھرے ہوئے ہیں، جہاں رمضان کی سحری کبھی چند کھجوروں سے ہوتی ہے اور عید کی خوشی بھی صبر کے آنسوؤں کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ منیزہ اور رائد کی زندگی تو آگے بڑھ گئی، مگر ان کی دعائیں اب بھی ان لوگوں کے لیے تھیں جو آج بھی جنگ زدہ زمینوں پر امید کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔

--*-*-*-*-*-*-*

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842